الجامعۃ الاشرفیہ کا دینی و علمی ترجمان
ماہ نامہ

ماہ نامہ اشرفیہ مبارک پور

نومبر
2024

اسلام امن کا داعی

یہ بھی ایک سچائی ہے کہ جو لوگ صحیح کہنے کی جرأت رکھتے ہیں وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی منصفانہ تعلیمات اور ان کے حق وانصاف پر سر تسلیم خم کر دیتے ہیں۔ دنیا میں کثیر تعداد میں ایسے غیر مسلم ہیں جنھوں نے اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح سرائی کی ہے، سر دست سر دست ہم ایک مثال پیش کرتے ہیں۔

امریکی مصنف مائیکل ہارٹ نے اپنی کتاب ”دی ۱۰۰“ میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کو تاریخ کی کامیاب ترین شخصیت قرار دیا ہے۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی کامیابی کا راز کیا تھا؟ یہ راز اس حقیقت میں مضمر ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ جنگ کی بجائے پر امن حل کو ترجیح دی۔ انھوں نے محاذ آرائی اور غیر ضروری تنازعات سے گریز اور مفاہمت کی پالیسی اپنائی، جو ان کی ہر محاذ پر قابل ذکر کامیابی کا اہم عنصر تھا۔

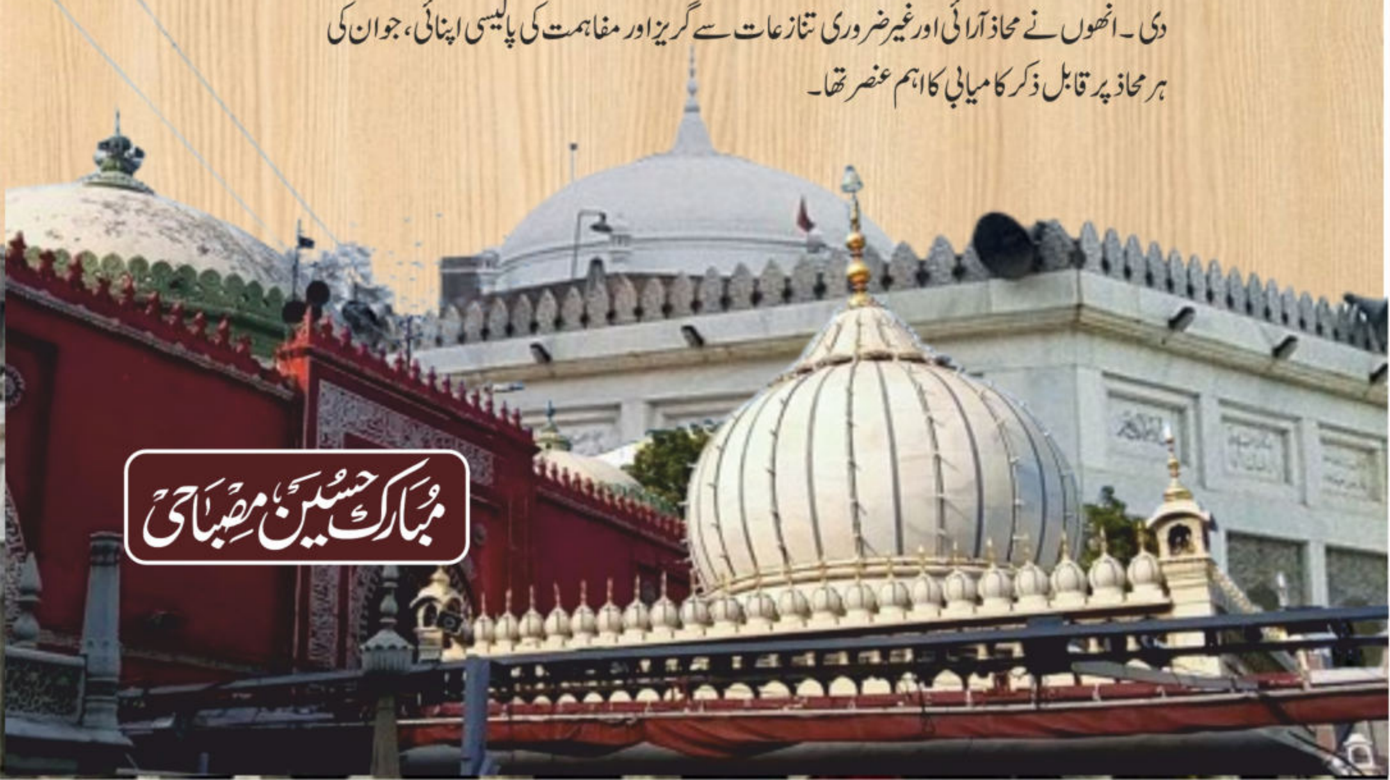

مبارک حسین مصباحی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بیادگار: حضور حافظِ ملت علامہ شاہ الحاج عبدالعزیز قدس سرہٗ بانی الجامعۃ الاشرفیہ

الجامعۃ الاشرفیہ کا دینی و علمی ترجمان

ماہنامہ

اشرفیہ

مبارک پور

زیرِ سرپرستی

عزیز ملت حضرت علامہ شاہ

عبدالحفیظ عزیزی

سربراہِ اعلیٰ

الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور

THE ASHRAFIA MONTHLY Mubarakpur. Azamgarh (U.P.) India. 276404

جلد نمبر 49 شمارہ 11 | نومبر 2024ء | جمادی الاولیٰ 1446ھ

مجلس ادارت

مدیر اعلیٰ : **مبارک حسین مصباحی**

منیجر : محمد محبوب عزیزی

تزئین کار : مہتاب پیامی

مجلس مشاورت

مولانا محمد احمد مصباحی

مفتی محمد نظام الدین رضوی

مولانا محمد ادریس بستوی

مولانا محمد عبد المبین نعمانی

ترسیل زر و مراسلت کا پتہ

دفتر ماہنامہ اشرفیہ، مبارک پور اعظم گڑھ یو۔ پی۔ ۲۷۶۴۰۴

+91 9935162520 (Manager)

زرِ تعاون

قیمت عام شمارہ 30 روپے

سالانہ (بذریعہ سادہ ڈاک) 300 روپے

سالانہ (بذریعہ رجسٹری) 600 روپے

سری لنکا، بنگلادیش، پاکستان، سالانہ

750 روپے

دیگر بیرونی ممالک

$25 امریکی ڈالر £20 پونڈ

BHIM

BHIM UPI Payments Accepted at

ASHRAFIA MONTHLY

ASHRAFIA MONTHLY
A/c No. 3672174629
Central Bank Of India
Branch : Mubarakpur IFSC : CBIN0284532

اکاؤنٹ میں رقم جمع کرنے کے بعد آفس کے نمبر پر فون کریں یا بذریعہ ڈاک مطلع کریں۔ (منیجر)

نوٹ: آپ ماہنامہ اشرفیہ ہر ماہ انٹرنیٹ پر بھی پڑھ سکتے ہیں۔

http://www.aljamiatulashrafia.org

Email : ashrafiamonthly@gmail.com
mubarakmisbahi@gmail.com
info@aljamiatulashrafia.org

مولانا محمد ادریس بستوی نے فیضی کمپیوٹر گرافکس، گورکھ پور سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ سے شائع کیا۔

فہرست

نگارشات

اداریہ	کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں	مبارک حسین مصباحی	5
	ملاقات		
انٹرویو	حضرت مولانا مبارک حسین مصباحی سے گفتگو	مولانا رحمت اللہ مصباحی	9
	مطالعۂ قرآن		
تفہیمِ قرآن	بعث بعد الموت، قرآنی آیات کی روشنی میں (۳)	مولانا حبیب اللہ بیگ ازہری	12
	فقہیات		
آپ کے مسائل	کیا فرماتے ہیں علماے دین؟	مفتی محمد نظام الدین رضوی	16
	نظریات		
فکر امروز	اسلام مثبت طرزِ فکر کا داعی	حافظ افتخار احمد قادری	18
	اسلامیات		
شعاعیں	جوئے کی رائج صورتوں کی تباہ کاریاں	مفتی محمد اشرف رضا علیمی	20
	اسلامی نظامِ معیشت	پروفیسر ڈاکٹر حسین محی الدین قادری	22
	شخصیات		
انوار حیات	سلطان المشائخ، حیات و تعلیمات	صاحب زادہ سید محمد فرحان نظامی	26
	مولانا اعجاز احمد برہانی مصباحی	محمد ولی اللہ قادری	29
	اساطین تصوف		
ذکر جمیل	حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما	مفتی محمد اعظم مصباحی	31
	بزم خواتین		
چراغ خانہ	بچوں کو کیسے خوش رکھیں	ڈاکٹر ظہور احمد دانش	33
	بزم دانش		
فکر و نظر	ہندوستان میں اسلامی ثقافت اور ورثے کا تحفظ	مولانا محمد عابد چشتی/مہتاب پیامی	35
	ادبیات		
گوشۂ ادب	انیسویں صدی کے روسی ادب میں اسلامی اثرات	مہتاب پیامی	43
نقد و نظر	فکر و دانش کی باتیں	مبارک حسین مصباحی	47
	مکتوبات		
صداے بازگشت	محمد شعیب رضا نظامی فیضی/احتشام احمد دہلوی		51
	سرگرمیاں		
عالمی خبریں	اسرائیلی کارروائیوں میں 400 سے زائد افراد جاں بحق/بے یار و مددگار فلسطینی والد نے بیان کیا درد/دنیا میں ایک ارب سے زیادہ افراد شدید غربت کا شکار/نیتن یاہو دور حاضر کا ہٹلر ہے، نکاراگوئے کے صدر/غزہ میں کفن ختم		53
خیر و خبر	آستانہ عالیہ چشتیہ رفیقیہ ڈیرہ پور میں عرس رفیقی انعقاد/بڈھانہ میں پیش آیا توہین رسالت کا مذموم واقعہ/اتراکھنڈ مدرسہ بورڈ مدرسوں میں سنسکرت کو لازمی کرے گا		55
	منظومات		
خیابان حرم	سید نور الحسن نور نوابی/مولانا جمیل الرحمٰن رضوی/امیر مینائی		58

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں

مبارک حسین مصباحی

اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری رسول محمد عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو رحمۃ للعالمین فرمایا، یعنی اللہ تعالیٰ عالمین یعنی تمام جہانوں کا خالق اور پروردگار ہے اور اپنے محبوب کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر مبعوث فرمایا۔ آپ کی حیثیت اللہ تعالیٰ کی جانب سے داعیِ اعظم کی تھی، آپ کی آمد جس دور میں ہوئی مکہ المکرمہ میں کفار، مشرکین، یہود، نصاریٰ اور بعض توحید پرست تھے، آپ کی زندگی اظہار نبوت سے قبل کی ہو یا 40 برس کے بعد بحیثیت نبیِ آخر الزماں کی، آپ کا عہد طفولیت ہو یا عہد شباب یا جوانی کے بعد 63 برس کا عہد۔ آپ نے نہ کبھی کسی کو اپنی جانب سے تکلیف پہنچائی اور نہ دوسرے مذاہب کے لوگوں کو پریشانی میں مبتلا فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے تعلق سے ارشاد فرمایا:

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۝۴ (الم نشرح، آیت:۴) اور ہم نے تمھارے لیے تمھارا ذکر بلند کر دیا۔

مزید ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِیْمٍ ۝۴ (القلم، آیت:۴) اور بیشک تمھاری خوبو بڑی شان کی ہے۔

آپ نے اپنے ماننے والوں کو اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان سنایا:

وَ لَا تَسُبُّوا الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَیَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًۢا بِغَیْرِ عِلْمٍ ؕ كَذٰلِكَ زَیَّنَّا لِكُلِّ اُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ۪ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ مَّرْجِعُهُمْ فَیُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ۝۱۰۸

ترجمہ: اور انھیں گالی نہ دو جن کو وہ اللہ کے سوا پوجتے ہیں کہ وہ اللہ کی شان میں بے ادبی کریں گے زیادتی اور جہالت سے یونہی ہم نے ہر اُمت کی نگاہ میں اس کے عمل بھلے کر دیے ہیں پھر انہیں اپنے رب کی طرف پھرنا ہے اور وہ انہیں بتا دے گا جو کرتے تھے۔ (کنز الایمان)

تفسیر بغوی، الانعام، تحت الآیۃ: 108، ج:2، ص:100؛ میں ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ کا قول ہے کہ مسلمان کفار کے بتوں کی بُرائی کیا کرتے تھے تاکہ کفار کو نصیحت ہو اور وہ بت پرستی کے عیب سے باخبر ہوں مگر ان ناخدا شناس جاہلوں نے بجائے نصیحت حاصل کرنے کے شانِ الٰہی میں بے ادبی کے ساتھ زبان کھولنی شروع کی۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ اگرچہ بتوں کو برا کہنا اور ان کی حقیقت کا اظہار طاعت و ثواب ہے لیکن اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کفار کی بدگوئیوں کو روکنے کے لیے اس کو منع فرمایا گیا۔

احادیث نبویہ میں دوسرے مذاہب کے پیشواؤں کی توہین کرنے سے سختی سے منع فرمایا گیا ہے۔ سرِدست ہم ایک حدیث نقل کرتے ہیں:

عن ثابت بن الحجاج الكلابي قال : قام أبو بكر في الناس ، فحمد الله وأثنى عليه ، ثم قال : ألا لا يقتل الراهب الذي في الصومعه. (کنز العمال: جلد دوم: حدیث نمبر 6301)

حضرت ثابت بن الحجاج الکلابی روایت کرتے ہیں فرمایا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی پھر فرمایا کہ سنو! گرجے میں موجود راہب کو نہ قتل کیا جائے"۔

اب آپ غور فرمائیں، آج دنیا میں گوگل سروے کے مطابق 4200 مذاہب ہیں مگر آج سب سے زیادہ تیزی سے مذہب اسلام پھیل رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اخلاق و کردار کی وہ عظمت عطا فرمائی ہے کہ زمانہ ان کی اداؤں پر قربان ہو جاتا ہے اور یہ بھی سچائی ہے، آج عالمی سطح پر سب سے زیادہ مخالفت اسلام اور مسلمانوں کی ہو رہی ہے۔ اس مخالفت اور مسلمانوں میں انتشار پیدا کرنے کی وجہ امت مسلمہ کا توحید و رسالت سے وابستگی اور شیفتگی ہے، اسی لیے مستشرقین اور دیگر مذاہب کے بعض بدباطن افراد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخیاں کرتے ہیں اور اپنی ہرزہ سرائیوں سے عالم اسلام کے دلوں کو ٹھیس پہنچاتے ہیں مسئلہ صرف یہود و نصاریٰ کا نہیں بلکہ دیگر مذاہب کے شرانگیز

طبقات بھی پیکر اخلاق مصطفی جانے رحمت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن عظیم کے تعلق سے بکواس کرتے ہیں حالانکہ وہ خوب جانتے ہیں کہ اس سے مسلمانوں کے عشق و محبت میں کمی نہیں بلکہ اضافہ ہوتا ہے۔ توہین کم ہو یا زیادہ، مسلمانوں میں جوشِ عشق بڑھ جاتا ہے اور دیکھتے ہی دیکھتے پوری دنیا کے مسلمان سراپا احتجاج بن جاتے ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ حکومتیں بڑی چالاکی سے ان شاطروں کی حمایت اور پشت پناہی کرتی ہیں اور ان بد معاشوں کی مخالفت میں دو جملے بولنا بھی گوارا نہیں کرتیں۔ اسی طرح عام طور پر کورٹیں بھی سراپا خاموشی کی چادریں لپیٹ کر ادھر ادھر دیکھتی رہتی ہیں۔

یہ بھی ایک سچائی ہے کہ جو لوگ صحیح کہنے کی جرأت رکھتے ہیں وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی منصفانہ تعلیمات اور ان کے حق و انصاف پر سر تسلیم خم کر دیتے ہیں۔ دنیا میں کثیر تعداد میں ایسے غیر مسلم ہیں جنھوں نے اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح سرائی کی ہے سردست ہم ایک مثال پیش کرتے ہیں:

امریکی مصنف مائیکل ہارٹ نے اپنی کتاب ”دی 100“ میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کو تاریخ کی کامیاب ترین شخصیت قرار دیا ہے۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی کامیابی کا راز کیا تھا؟ یہ راز اس حقیقت میں مضمر ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ جنگ کی بجائے پر امن حل کو ترجیح دی۔ انھوں نے محاذ آرائی اور غیر ضروری تنازعات سے گریز اور مفاہمت کی پالیسی اپنائی، جو ان کی ہر محاذ پر قابل ذکر کامیابی کا اہم عنصر تھا۔

مگر افسوس صد افسوس رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت میں ہمارے ملک کے بعض ہندو بھی پیش پیش ہیں۔ ہندوستان کی حکمران جماعت بی جے پی کی قومی ترجمان خاتون نے ایک ٹی وی چینل پر مغلظات بکیں، اس ملعونہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس و مطہر ذات اور قرآن کریم کو اپنی دریدہ دہنی کا نشانہ بنایا۔ جونہی یہ خبر عام ہوئی تو ہندوستان سمیت پوری دنیا میں بسنے والے مسلمانوں میں غم و غصے کی لہر دوڑ گئی اور مسلمانوں نے اس ملعونہ کی دریدہ دہنی کے خلاف احتجاجی مظاہروں کا سلسلہ شروع کر دیا، جس میں ہندوستان کی حکومت سے اس ملعونہ کو سزا دینے کا مطالبہ زور و شور سے اٹھایا گیا۔ دنیا بھر کے مسلمانوں اور مسلم تنظیموں نے اس گستاخی کے خلاف اپنے بھرپور جذبات کا اظہار کیا، خصوصاً عرب دنیا اس بار سب سے بازی لے گئی۔ سعودی عرب، کویت، قطر، لیبیا، مصر، انڈونیشیا، بحرین، مالدیپ، عمان، اردن اور ایران نے باقاعدہ سرکاری سطح پر اس گستاخی کا نوٹس لیا اور کئی ممالک نے ہندوستانی سفیر کو طلب کر کے اسے احتجاجی مراسلہ تھمایا۔ نیز ان ممالک کے بڑے بڑے اسٹورز اور شاپنگ سینٹرز نے ہندوستانی مصنوعات کا مکمل بائیکاٹ کیا، جس سے ہندوستانی حکومت کو بہت زیادہ دھچکا لگا، کیونکہ عرب ممالک سے ہندوستان کے تجارتی تعلقات بہت بڑے پیمانے پر قائم ہیں۔

رام گری مہاراج نے 15 اگست 2024 کو اپنے مذہبی پروگرام میں اسلام اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں بکواس کی اور مہاراشٹر کے وزیر اعلیٰ نے اپنے لفظوں سے اس کی پشت پناہی کا وعدہ کیا، بعد میں نرسنگھا نند سوامی نے کھلی بے ہودگی کی، ان دونوں کے خلاف مہاراشٹر اور پورے ملک کے مسلمانوں نے احتجاج کیا اور ان دونوں کے خلاف کثیر ایف آئی ار درج کرائی، مگر حکومتوں نے وہی کیا جو ان کے دماغوں میں پہلے سے طے تھا، نہ تفتیش اور نہ گرفتاری۔ ”بھیا بنے کوتوال تو اب ڈر کاہے کا“۔

ہم مبارک بادیوں کے گلدستے پیش کرتے ہیں امتیاز جلیل کو جنھوں نے اورنگ آباد مہاراشٹر سے تحفظ ناموس رسالت کے تحت عظیم الشان ریلی کا اہتمام کیا۔ اور وہ بھی پہلے سے نہ کوئی پبلک سٹی اور نہ پرچار خاموشی سے کچھ لوگوں کو آمادہ کیا نکل پڑے اور وہ اس شعر کے مصداق بن گئے۔

میں اکیلا ہی چلا تھا جانب منزل مگر
لوگ ساتھ آتے گئے اور کارواں بنتا گیا

ملک بھر میں کثیر ایم پی، اور ایم ایل اے مسلمان ہیں لیکن یہ کام اللہ تعالیٰ کو جس سے لینا تھا لے لیا۔ کتنے طاقت ور اس زبردست احتجاجی مظاہرے کو دیکھتے ہی رہ گئے۔ ناموس رسالت کے لئے اتنی عظیم الشان ریلی تاریخ کا حصہ بنے گی۔ امتیاز جلیل صاحب نے ہمت مردانہ

سے کام لیا ہے اور اپنے اسلاف مجاہدین کی یاد تازہ کر دی ہے ۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عزت و ناموس کے لیے حدِّ نظر شیدائی آگے آئے یہ کوئی معمولی نہیں بلکہ بہت بڑی بات ہے، اللہ کریم یہی جذبہ تمام مسلمانوں کے دلوں میں بیدار فرمائے اور حضور کی عزت و ناموس کے لیے جان و مال نثار کرنے کی توفیق بخشے آمین ثم آمین ۔

حالیہ دنوں میں ہونے والے بہرائچ فسادات انتہائی دردناک ہیں، اس میں ایک ہندو شر پسند رام گوپال مشرا کی گولی لگنے سے موت واقع ہوئی اس کے بارے میں بی جے پی لیڈر نپور شرما نے ایک عوامی تقریب میں کئی جھوٹے دعوے کیے، مذکورہ تقریب میں دو گورنر بھی موجود تھے، سوشل میڈیا پر سخت ردعمل کے بعد معافی مانگی، کانگریس نے اتر پردیش پولیس سے نپور کے خلاف کارروائی کا مطالبہ کیا۔

نپور شرما نے ایک عوامی تقریب سے خطاب کرتے ہوئے دعویٰ کیا کہ گوپال مشرا کو مسلمانوں نے بے دردی سے قتل کیا، اس کی آنکھیں نکالی گئی تھیں اور پیٹ پھاڑا گیا اور اس کے ناخن تک اکھاڑ لیے۔ نپور شرما نے زہر افشانی کرتے ہوئے ملک کے اکثریتی طبقہ کو مسلمانوں کے خلاف متحد ہونے پر زور دیا اور تقریب میں موجود لوگوں میں خوف پھیلانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا کہ یہ لڑائی دھرم کی ہے، اگر تم تقسیم ہو جاؤ گے تو کٹ جاؤ گے۔ قابل ذکر ہے کہ نپور شرما پہلے بھی کئی بار اشتعال انگیزی کر چکی ہیں۔ انھوں نے رام گوپال مشرا کے قتل کے بارے میں جس طرح کے جھوٹے دعوے کیے بہرائچ پولیس پہلے ہی انہیں مسترد کر چکی ہے اور گمراہ کن خبریں پھیلانے والوں کے خلاف سخت وارننگ جاری کی ہے۔ سرکاری پوسٹ مارٹم رپورٹ کا حوالہ دیتے ہوئے پولیس نے واضح کیا تھا کہ مشرا کی موت کسی بھی جسمانی تشدد یا حملے کی بجائے گولیوں کے متعدّد زخموں سے ہوئی۔ اس پر ردعمل کا اظہار کرتے ہوئے کانگریس کی ترجمان سپریہ شرینیت نے نپور شرما کو سخت تنقید کا نشانہ بنایا۔ انھوں نے کہا کہ یہ وہی بی جے پی والی نپور شرما ہیں اور لوگوں کو یاد ہے کہ انھوں نے کیا کیا تھا، یہی وہی نپور شرما ہیں جو شان رسالت میں پہلے بھی گستاخی کر چکی ہیں اب یہ فرضی خبر پھیلا کر نفرت بھڑکا رہی ہیں۔ صحافی سچن گپتا نے نپور شرما کی تقریر کا ویڈیو شیئر کرتے ہوئے لکھا کہ بی جے پی لیڈر ایک عوامی تقریب میں بہرائچ کے رام گوپال شرما کے فرضی پوسٹ مارٹم کے بارے میں بتا رہی ہیں، اس تقریب میں دو گورنر بھی موجود تھے۔ سوشل میڈیا پر ہزاروں لوگ بہرائچ پولیس کے بیان کے ساتھ نپور شرما کے جھوٹ کا پردہ فاش کرتے ہوئے یوپی پولیس سے ان کے خلاف کارروائی کا مطالبہ کر رہے ہیں۔

اب ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ توہین رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سزا تو اسلام نے قتل طے کی ہے، عہدِ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے آج تک کثیر گستاخوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا مگر یہ سزا اسلامی ممالک میں نافذ ہوتی ہے، جمہوری ممالک میں کسی کو جان سے مارنا بجائے خود قاتل قتل کا مجرم ہے، ہاں مگر ہندوستان جیسے جمہوری ملک میں تمام مذہب والوں کو اپنے مذہب کے مطابق عمل کرنے اور اپنے مذہبی پیشواؤں سے عشق و عقیدت رکھنے کی اجازت ہے، اسی کے ساتھ یہ بھی سچائی ہے کہ ایک مذہب کے ماننے والے کو دوسرے مذہبی پیشواؤں کی توہین کرنے کی اجازت نہیں ہے، اگر کوئی کرتا ہے تو اس کے خلاف سخت احتجاج اور قانونی چارہ جوئی کرنا چاہیے اور حکومت اور کورٹ کے ذمہ داری کہ وہ مجرم کو سخت سزا دلائے اور جن حضرات کو تکلیف پہنچی ہے، انھیں انصاف دلائیں۔

علامہ سید محمد امین ابن عابدین حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

جو شخص علی الاعلان نبی ﷺ کو سب و شتم کرے یا عادتاً سب و شتم کرے تو اس کو قتل کر دیا جائے گا خواہ وہ عورت ہو۔

(رد المحتار ج ۳ ص ۲۷۸، مطبوعہ بیروت، ۱۴۰۹ھ)۔

شوکانی لکھتے ہیں: وفي حديث ابن عباس رضى الله عنه وحديث الشعبي دليل على انه يقتل من شتم النبي الله ونقل ابن المنذر الاتفاق على ان من سب النبي الله صريحا وجب قتله قال الخطابي رحمة الله عليه لا اعلم خلافا في وجوب قتله اذا كان مسلما (نيل الأوطار ص 214 ج 7)

حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حدیث شعبی اس بات کی دلیل ہے کہ نبی ﷺ کو سب و شتم کرنے والے کو قتل کر دیا جائے گا اور ابن منذر رحمۃ اللہ علیہ نے شاتم رسول ﷺ کے وجوب قتل پر اتفاق نقل کیا ہے، امام خطابی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس فعل شنیع کا مرتکب اگر مسلمان ہو تو اس کے وجوب قتل میں کوئی اختلاف نہیں۔

شوکانی اس کے بعد لکھتے ہیں: جو شخص مسلمان ہو کر اہانت رسول ﷺ کا ارتکاب کرتا ہے، وہ مرتد ہے بلکہ مرتد سے بھی زیادہ سنگین مجرم ہے کیونکہ توہین رسالت ﷺ کے مجرم کی سزا قتل ہے جو توبہ سے بھی معاف نہیں ہو سکتی، جب کہ عام مرتد کی سزا توبہ کرنے سے معاف ہو جاتی ہے، چنانچہ مرتد کے بارے میں ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

جمہور اہل علم کا موقف یہ ہے کہ مرتد سے توبہ کا مطالبہ کیا جائے، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی قول ہے کہ مرتد سے توبہ کا مطالبہ کیا جائے اور پھر مطالبہ کرنے کے بعد اسے تین دن کی مہلت دی جائے، امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا بھی مذہب یہی ہے، حنفیہ میں سے امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے کہ توبہ کرنے سے پہلے مرتد کو قتل نہ کیا جائے البتہ اگر وہ مہلت مانگے تو اسے تین دن کی مہلت دی جائے۔ (الصارم المسلول ص 321)

فاتح بیت المقدس حضرت صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ نے جب بیت المقدس کو فتح کیا تو آپ نے عام معافی کا اعلان کیا لیکن ساتھ میں یہ بھی فرمایا کہ آج ہر ایک کے لئے معافی ہے سوائے ایک شخص کے جس نے میرے پیارے آقا و مولیٰ جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ اقدس میں گستاخی کی، جب تک اس گستاخ رسول کو انجام تک نہیں پہنچاؤں گا چین سے نہیں بیٹھوں گا، اس گستاخ رسول نے پوری امت مسلمہ کو چیلنج کیا تھا کہ (نعوذ باللہ من ذالك) کہ-کہاں ہے تمھارا محمد (ﷺ) آ کے بیت المقدس کو کیوں نہیں چھڑاتا، حضرت صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ نے اس گستاخ رسول ﷺ کو تلاش کر کے سب لوگوں کے سامنے اس گستاخ رسول ﷺ کو قتل کیا اور للکار کر کہا کہ اس سلطنت میں گستاخ رسول ﷺ کے علاوہ ہر ایک کو رہنے کی اجازت ہے، آپ نے اس گستاخ رسول کو چیلنج کرتے ہوئے فرمایا کہ میرے آقا کو چیلنج کرنے والے گستاخ آج اس محمد عربی ﷺ کا غلام بیت المقدس کو آزاد کرنے آیا ہے، کسی گستاخ میں ہمت ہے تو سامنے آئے، حضرت صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ نے اس گستاخ رسول کو واصل جہنم کرنے کے بعد سکون کا سانس لیا اور نبی کریم ﷺ کے ہر امتی کو ناموس مصطفی ﷺ پر مر مٹنے کا عملی درس دیا کہ گستاخ رسول ﷺ کا انجام سوائے موت اور واصل جہنم کے اور کچھ نہیں۔

(الروضتین فی اخبار الدولتین ج2ص 81، مطبوعہ دار الجیل بیروت)

یہود و نصاریٰ ہمیشہ سے اسلام اور مسلمانوں کو دنیا سے مٹانے کی ناپاک سازشیں اور جدوجہد کرتے آئے ہیں اور اپنے تمام وسائل، تمام طاقت اور تمام مال و دولت اپنے ان ناپاک منصوبوں کی تکمیل میں صرف کرتے آئے ہیں۔

اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ اس بات کی شاہد ہے بدر واحد ہو یا احزاب وحنین، صلیبی جنگوں کا سلسلہ ہو یا تاتاریوں کی یلغار، اسلام ہمیشہ سربلند رہا۔

یہود و نصاریٰ نے جب یہ محسوس کر لیا کہ اسلام اور مسلمانوں کو مغلوب نہیں کیا جا سکتا اور اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ جب تک اہل ایمان مصطفی کریم ﷺ کی غلامی سے وابستہ ہیں اور ان کے دل محبت رسول ﷺ کے نور سے جگمگا رہے ہیں، انہیں مغلوب اور زیر کرنا ممکن نہیں، جب میدان جنگ میں مسلمانوں کو شکست دینا ممکن نہ رہا تو اہل مغرب نے طے شدہ منصوبے کے تحت کبھی ڈراموں کے ذریعے، کبھی فلمیں بنا کر کبھی کارٹون اور کبھی تعصب خیز لٹریچر کے ذریعے اسلام اور داعی اسلام ﷺ کے اعلیٰ کردار کو مسخ کرنے کی ناپاک کوششیں کیں کبھی یہ فتنہ مسیلمہ کذاب کی صورت میں کبھی سلمان رشدی ملعون و کافر کی صورت میں اور کبھی مرزا قادیانی مرتد و ملعون کی صورت میں نمودار ہوتا رہا، اہل ایمان اور شمع رسالت کے کے پروانوں کے پاؤں تلے روندا جاتا رہا، ایسی ہی ایک ناپاک جسارت ڈنمارک اور ناروے کے چند اخبارات کے ایڈیٹر و ذمہ داران نے کی

ابھی چند برس سے یہی بے ہودگیاں ہندوستان کے بعض سادھو سنتوں اور میڈیا نے شروع کی ہے۔ عالمی اور ملکی سطح پر زبردست احتجاجات ہوئے اور ایف آئی آر بھی کثیر جگہوں پر درج ہوئیں، مگر یہ سب کچھ حکومتوں کے اشاروں پر ہو رہا ہے۔ بی جے پی اور دیگر ہندو تو چاہتے ہیں کہ مسلمانوں کو ظالموں کی حیثیت سے الگ کر دیا جائے تاکہ ہندو اور دیگر افراد ان کے ساتھ ہوں اور وہ الیکشن جیت کر اقتدار کی کرسیوں پر بیٹھے رہیں مگر اللہ تعالیٰ حافظ و ناصر ہے، وہ اپنے محبوب کی توہین کرنے والوں کو ناکام ہی رکھے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔ ■■■

انٹرویو

جامعہ اشرفیہ مبارک پور کا مختصر تعارف

رہبر بستوی آفیشیل کے اینکر کی حضرت مولانا مبارک حسین مصباحی سے گفتگو

آپ بخوبی جانتے ہیں کہ جامعہ اشرفیہ مبارک پور بر صغیر کا عظیم تعلیمی اور تربیتی ادارہ ہے جلالۃ العلم حضور حافظ ملت علامہ شاہ عبدالعزیز محدث مراد آبادی نور اللہ مرقدہ اس کے بانی ہیں اس وقت آپ کے لخت جگر عزیز ملت حضرت علامہ شاہ عبدالحفیظ عزیزی اس کے سربراہِ اعلیٰ ہیں۔ حضرت مولانا مبارک حسین مصباحی دام ظلہ العالی استاذ جامعہ اشرفیہ وچیف ایڈیٹر ماہ نامہ اشرفیہ شہرت و مقبولیت کی وجہ سے محتاجِ تعارف نہیں ہیں۔ محترم المقام حضرت قاری محمد توفیق رہبر بستوی صاحب آپ کے پاس پہنچے ساتھ میں محب گرامی حضرت مولانا ظفر عالم نیوروی بھی تھے، آپ کے اور جامعہ اشرفیہ کے حوالے سے گفتگو کرنے کی خواہش ظاہر کی، خیر وقت دیا گیا اور جامعہ اشرفیہ کے باب حافظ ملت پر آپ سے تفصیلی گفتگو ہوئی، ہم معمولی تبدیلی کے ساتھ اسے نقل کر کے یہاں پیش کرتے ہیں، گر قبول افتد زہے عز و شرف۔ **از: رحمت اللہ مصباحی** نمائندہ روزنامہ انقلاب

ہم بات کرتے ہیں درجنوں کتابوں کے مصنف جامعہ اشرفیہ کی معروف شخصیت مفکر اسلام حضرت مولانا مبارک حسین مصباحی دام ظلہ العالی سے سلام کے بعد حضرت نے فرمایا:

آپ خیریت سے ہیں؟

حضور اللہ کا فضل ہے۔

ماشاء اللہ! حضور سب سے پہلے ہم یہ جاننا چاہیں گے کہ یہ جو پیچھے بلڈنگ ایک دم فرنٹ پہ ہمیں نظر آ رہی ہے اس میں کیا ہوتا ہے؟

یہ سینٹر بلڈنگ کے نام سے مشہور ہے، اور یہ ادارہ ایک صدی سے زیادہ عمر رکھتا ہے۔ 1934 میں حضور حافظ ملت حضرت علامہ شاہ عبدالعزیز محدث مراد آبادی بانی جامعہ اشرفیہ مبارک پور تشریف لائے اور آپ کے آنے کے بعد یہاں ایک جانب تو دوسرے عقیدے والوں سے بحث و مباحثہ کئی ماہ تک مسلسل ہوتا رہا، دوسری جانب آپ نے جامعہ جو پہلے مدرسہ اشرفیہ کے نام سے تھا اس میں تعلیم و تربیت کا نظام بہت اعلیٰ کیا جب آپ تشریف لائے تھے۔ تو مولویت کے صرف دو طلبا ابتدائی درجات کے تھے، باقی پرائمری وغیرہ چلتا تھا، آج بھی وہ مدرسہ اہل سنت اشرفیہ مصباح العلوم موجود ہے اور اس کے بعد طلبا کی تعداد اتنی زیادہ بڑھ گئی کہ اس مختصر سی بلڈنگ میں ان سب کا آنا بڑا مشکل تھا۔ اس لیے حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ نے ایک زمین حاصل کی جو قصبہ مبارک پور کے بالکل بیچ میں ہے، اور ایک سال کے بعد اس کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔

سنگ بنیاد کے موقع پر آپ نے اپنے شیخ طریقت شیخ المشائخ حضور سید شاہ علی حسین اشرفی جیلانی کچھوچھوی، محدث اعظم ہند حضرت علامہ سید شاہ محمد اشرف اشرفی جیلانی کچھوچھوی اور صدر الشریعہ حضرت علامہ شاہ محمد امجد علی اعظمی کو مدعو کر کے بلوایا۔ ان تینوں بزرگوں نے سنگ بنیاد رکھا اور ڈھیر ساری دعاؤں سے سرفراز فرمایا۔ جہاں ہم اس وقت بیٹھے ہوئے ہیں۔ حضور حافظ ملت نے ان زمینوں کو حاصل کرنا شروع فرما دیا تھا۔ اس وقت یہاں نہ روڈ پر اتنی رونق رہتی تھی نہ لوگوں کا آنا جانا تھا۔ یہاں تک کہ 1985 میں جب ہم لوگ یہاں بحیثیت طالب علم آئے تو روڈ پر یا تو قدیم جیپیں جو تھیں وہ چلتی تھیں ورنہ تو عام طور

پر سٹھیاؤں جانے کے لیے یکہ و تانگہ کا استعمال ہوتا تھا۔ اور یہاں پر ایک ہوٹل تھا، ایک پان کی دکان تھی اس کے علاوہ کچھ نہیں تھا۔

اور ایک تعمیری کانفرنس ہوئی 1972 میں جس میں حضور مفتی اعظم ہند، حضرت علامہ مصطفی رضا بریلوی قدس سرہ العزیز، حضور سید العلما مارہروی قدس سرہ العزیز اور اس وقت کے جتنے اکابر اہل سنت تھے، تقریبا سب کی تشریف آوری ہوئی۔ اور انہوں نے بڑے جوش وجذبے کے ساتھ سنگ بنیاد بھی رکھا، اور جہاں تک میری معلومات ہے ہندوستان کی سرزمین پر مدارس تو بے شمار ہیں مگر اتنی بڑی زمین نہیں ہے۔ یہ زمین مختلف اوقات میں خریدی جاتی رہی اور آج تقریبا 60 ایکڑ زمین میں پھیلی ہوئی ہے۔ بہت سی عمارتیں بن چکی ہیں۔ اللہ کا فضل وکرم ہے کہ اس میں 12 مہینے تعمیر وترقی کا کام ہوتا رہتا ہے۔ مسلسل بڑھئی بھی کام کرتے رہتے ہیں۔ جنریٹر بھی ہے ماشاء اللہ بڑے بڑے ہیں جو پورے جامعہ کو روشن کرتے ہیں۔ ان کا عملہ الگ ہے۔ اور اس کے علاوہ پرائمری درجات الگ چلتے ہیں جو قصبے میں ہیں۔ لڑکوں کے الگ ہیں اور لڑکیوں کے الگ ہیں۔ جونیئر ہائی اسکول بھی ہے ماشاء اللہ اور انٹر کالج بھی بہت اعلی پیمانے پر چلتا ہے، اور ساری چیزوں کو یہی انتظامیہ جو مدرسہ اہل سنت اشرفیہ مصباح العلوم کے نام سے ہے رجسٹرڈ ہے۔ وہی انتظامیہ یہاں سے وہاں تک کا سارا نظام دیکھتی ہے۔

یہاں ابتدائی درجات یعنی اعدادیہ سے فضیلت تک کے طلباء رہتے ہیں، اور اس کے بعد تخصص فی الادب العربی، تخصص فی الفقہ الحنفی اور تخصص فی الحدیث النبوی اور دیگر شعبوں میں تحقیقات کے کام بھی جاری رہتے ہیں۔ طلبا کی تعداد یہاں سے وہاں تک ہزاروں میں ہوگی۔ اور یہاں جو بیرونی طلبہ رہتے ہیں ان کی تعداد بھی بفضلہ تعالی 2000 سے زائد ہے۔ اور ماشاء اللہ غیر ملکی طلباء کے لیے لاسٹ میں ایک فارن ہاسٹل بنا ہوا ہے۔ یہ سامنے آپ دیکھیں ایک بہت بڑا ہاسٹل ہے جو تعمیر کی منزل سے گزر رہا ہے۔ اس وقت اس میں سنگ مرمر وغیرہ لگ رہا ہے۔ اس کے سائیڈ میں برکاتی ہاسٹل ہے۔ جو ماشاء اللہ بہت بڑا اور وسیع ہے، اور اس کے بعد یہ عزیزی ہاسٹل ہے۔ اس میں بھی ماشاء اللہ پہلے ایک منزل تھی پھر بیچ میں سے کچھ کمرے ختم کرکے دو منزل اس کو تعمیر کردیا گیا ہے، اور یہ بھی فل رہتا ہے۔ اس کے علاوہ ادھر سائیڈ میں ڈائننگ ہال ہے جس میں تمام طلبہ کو ایک ہی ساتھ بیٹھ کر دسترخوان پر کھانے سجادیے جاتے ہیں۔ وہاں پر سارے انتظامات ہیں۔ آپ کو فراغت حاصل کرنا ہو، ہاتھ پیر دھونے وغیرہ ساری چیزیں ہیں۔

اور بفضلہ تعالی یہاں پر ایک دار التحفیظ والتجوید بھی ہے۔ جس میں کافی طلبہ ہیں جو مختلف درسگاہوں میں زیر تعلیم رہتے ہیں۔ ادھر ایک اور عالیہ بلڈنگ ہے وہ بھی بہت خوبصورت بنی ہوئی ہے۔ اس میں بھی ماشاء اللہ درس نظامی کی تعلیم ہوتی ہے۔ اور لاسٹ میں ادھر فارن ہاسٹل ہے۔ اور اس سے پہلے اشرفیہ ہاسپٹل ہے جو بہت اچھے انداز سے چل رہا ہے۔ حضور حافظ ملت کے پوتے ڈاکٹر محمد فہیم عزیزی اس کی نگرانی فرماتے ہیں۔ اور شاید ہی کوئی دن ایسا گزرتا ہو جس دن ایک دو ایم بی بی ایس ڈاکٹر اعظم گڑھ اور مئو سے نہ آتے ہوں اور بعض ڈاکٹر مہینے میں ایک دن لکھنؤ سے بھی آتے ہیں۔ اس میں ایڈمٹ ہونے کا نظام بھی ہے، اور ڈاکٹروں کے بیٹھنے، دوا دینے کے لیے یہاں پر میڈیکل بھی ہے، اور سارا نظام بفضلہ تعالی بہت اچھا چل رہا ہے۔

اب آپ دیکھیں گے کہ یہاں پر ایک بہت وسیع میدان میں عزیز المساجد بھی ہے، جس کی خوبصورتی دیکھنے والوں کو متاثر کرتی ہے، اور چاروں جانب اس کے 60 گنبد بنے ہوئے ہیں اندر اس میں سنگ مرمر لگ چکا ہے اور لائٹنگ کا کام اس وقت بڑی تیزی سے ہو رہا ہے۔ اب باضابطہ طور پر اس میں کام ہو رہا ہے اور امام صاحب کے کھڑے ہونے کی جگہ کے پیچھے ایک بہت خوبصورت جگہ نکالی گئی ہے۔ اور وہاں پر ایک اعلی قسم کا گنبد تعمیر کے مراحل سے گزر رہا ہے۔

اور ماشاء اللہ یہاں پر ایک امام احمد رضا لائبریری ہے۔ اس میں بہت بڑی تعداد میں درسی کتابیں تو رہتی ہی ہیں مدارس

میں لیکن یہاں پر درسی کتابوں کے علاوہ غیر درسی کتابوں کی تعداد بھی بہت بڑی ہے۔ اس کو آپ جب دیکھیں گے تو اندازہ ہوگا کہ کتنی بڑی لائبریری کتنی خوبصورت بنی ہوئی ہے۔ اور ماشاءاللہ سارا نظام بہت اچھے انداز سے چل رہا ہے۔

اسی کے سامنے ایک دوسری بلڈنگ میں انجمن اہل سنت و اشرفی دارالمطالعہ کی بلڈنگ ہے۔ وہ اس سے چھوٹی ہے اور جو بہت زمانے سے چل رہی ہے۔ اس کے اندر بھی نظام جاری ہے۔ کافی کتابیں اس میں بھی ہیں۔ ان دونوں کے سائیڈ میں قبلے کی جانب ایک بہت بڑا دارالافتا ہے۔ جس کا نام شارح بخاری دارالافتا ہے۔ اس میں ماشاءاللہ متعدّد مفتیان کرام مسلسل فتوی نویسی فرماتے رہتے ہیں۔ اور ان فتاوی کی اشاعت بھی مختلف جلدوں میں منظر عام پر آچکی ہیں اور مزید جلدوں کا ترتیب اور اشاعت کے مراحل سے گزر رہا ہے۔ اور بہت اچھا نظام چل رہا ہے۔

اب آپ دیکھیں اسی کے پیچھے تھوڑی دوری پر الجامعۃ الاشرفیہ کے اساتذہ کے رہنے کے لیے ایک برکاتی بلڈنگ ہے جہاں پر اساتذہ رہتے ہیں۔ جس کو برکاتی کالونی بھی کہا جاتا ہے۔ اس میں بھی ماشاءاللہ 20 بڑے بڑے کوارٹر ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اس میں ضرورت کی تمام چیزیں ہیں۔ ہر ایک میں تین بڑے بڑے کمرے ہیں بیچ میں آنگن ہے، کچن باتھ روم وغیرہ ساری سہولتیں موجود ہیں۔ اور اس میں اساتذہ رہتے ہیں۔ اور یہ ہماری امام احمد رضا لائبریری ہے اسی کے سائیڈ میں ایک بہت بڑا مہمان خانہ تعمیر کی منزلوں سے گزر رہا ہے۔ ماشاءاللہ بہت وسیع زمین پر ہے۔ اس میں سیمینار ہال بھی تعمیر ہو رہا ہے، اور مہمانوں کے قیام اور رہائش کے لیے بہت اعلی پیمانے کا تعمیر کے مراحل سے گزر رہا ہے۔ اللہ کا فضل و کرم ہے یہ سارا نظام بحسن و خوبی عوامی تعاون کی بنیاد پر اور لوگوں کی توجہات کی بنیاد پر چل رہا ہے۔

اب ہم آپ کو بتائیں کہ حضور حافظ ملت حضرت علامہ شاہ عبدالعزیز محدث مراد آبادی جو 1934 میں فراغت کے بعد مبارک پور تشریف لائے اور آپ نے آنے کے بعد جو یہاں کارہائے نمایاں انجام دیے ہیں، خاص بات یہ ہے کہ ان کے تلامذہ پورے ہندوستان کے اندر پھیلے ہوئے ہیں۔ اس کے علاوہ یورپ، امریکہ، ساؤتھ افریقہ، ماریشش، عرب ممالک یعنی بہت دور دور تک، اور اللہ کا فضل و کرم یہ ہے کہ ان کے تلامذہ عام طور پر مدارس کے صدر المدرسین ہیں، شیوخ الحدیث ہیں۔ اور آپ کے تلامذہ ایک سے ایک بڑے جن میں سے چند بڑے سیاسی بھی ہیں، کچھ بہت بڑے صحافی بھی ہیں اور کچھ بہت نامور قسم کے خطیب بھی ہیں۔ بہت بڑے بڑے اکابر ماشاءاللہ دارالعلوم اشرفیہ اور جامعہ اشرفیہ مبارک کے فاضل ہیں۔ ان کے تلامذہ دنیا کے مختلف گوشوں میں بہت اچھے انداز میں دعوت و تبلیغ اور تصنیف و تالیف صحافت و سیاست مختلف شعبوں میں بہت اچھی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

یہاں پر ایک شعبہ مجلس شرعی بھی ہے۔ جو اس وقت اس کے سیمینار بند ہو گئے ہیں مگر انشاءاللہ پھر جاری ہوں گے، اور بہت اس نے بھی اچھے انداز سے سیمینار کرا کے جدید فقہی مسائل کے حل کے راستے میں اہم ترین خدمات انجام دی ہیں۔ درس نظامی کا ماشاءاللہ ہمارے بدر العلما حضرت علامہ مفتی بدر عالم مصباحی دامت برکاتہم القدسیہ سارا نظام دیکھ رہے ہیں۔ اور جانشین حضور حافظ ملت حضرت علامہ شاہ عبدالحفیظ عزیزی سربراہ اعلیٰ جامعہ اشرفیہ مبارک پور بہت اعلی قسم کے روحانی بزرگ ہیں۔ اور ان کے مریدین نہ صرف ہندوستان کے اندر بلکہ انگلینڈ میں ہالینڈ میں امریکہ میں ساؤتھ افریقہ، مارشیش وغیرہ میں پھیلے ہوئے ہیں۔ اس سال بفضلہٖ تعالی سرکار حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کا 50 واں عرس گولڈن جبلی منایا جائے گا۔

اس موقع پر مختلف قسم کے پروگرام بھی پیش کیے جائیں گے۔ اکابر اہل سنت یہ جو یہاں سے تعلق رکھتے ہیں ان کے تاثرات بھی حاصل کیے جا رہے ہیں۔ جو الگ ایک مجموعے کی شکل میں شائع ہوں گے۔ تو یہ ایک مختصر سی روداد ہوگی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔ ▫▫▫▫▫

تیسری قسط

بعث بعد الموت

قرآنی آیات کی روشنی میں

مولانا محمد حبیب اللہ بیگ ازہری

سورۂ اسرا میں ہے: وَ قَالُوْۤا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّ رُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِیْدًا ﴿۹۸﴾ [سورۂ اسرا:95]

یعنی کافروں نے کہا: جب ہم بوسیدہ ہڈیوں میں تبدیل ہوجائیں گے اور ریزہ ریزہ ہوجائیں گے تو کیا دوبارہ اٹھائے جائیں گے؟

سورۂ مریم میں ہے: وَ یَقُوْلُ الْاِنْسَانُ ءَاِذَا مَا مِتُّ لَسَوْفَ اُخْرَجُ حَیًّا ﴿۶۶﴾ [سورۂ مریم:66]

یعنی کافر کہتا ہے: کیا میں مرجانے کے بعد دوبارہ زندہ کیا جاؤں گا؟

سورۂ مومنون میں ہے: قَالُوْۤا ءَاِذَا مِتْنَا وَ كُنَّا تُرَابًا وَّ عِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ﴿۸۲﴾ لَقَدْ وُعِدْنَا نَحْنُ وَ اٰبَآؤُنَا هٰذَا مِنْ قَبْلُ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّاۤ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ ﴿۸۳﴾ [سورۂ مومنون:84-83]

اسی طرح سورۂ نمل میں ہے: وَ قَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا وَّ اٰبَآؤُنَاۤ اَىِٕنَّا لَمُخْرَجُوْنَ ﴿۶۷﴾ لَقَدْ وُعِدْنَا هٰذَا نَحْنُ وَ اٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُۙ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّاۤ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ ﴿۶۸﴾ ۔[سورۂ نمل:67-68]

یعنی کافروں نے کہا: کیا ہم مٹی میں مل جانے کے بعد دوبارہ نکالے جائیں گے، یہ وعدہ ہم سے اور ہم سے پہلے ہمارے آبا و جداد سے بھی ہوا تھا، یہ تو محض اگلوں کی کہانیاں ہیں۔

سورۂ الم سجدہ میں ہے: وَ قَالُوْۤا ءَاِذَا ضَلَلْنَا فِی الْاَرْضِ ءَاِنَّا لَفِیْ خَلْقٍ جَدِیْدٍ ؕ بَلْ هُمْ بِلِقَآءِ رَبِّهِمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۱۰﴾ ۔[الم سجدہ:10]

یعنی کیا ہم مٹی میں مل جانے کے بعد دوبارہ پیدا کیے جائیں گے؟ بلکہ یہ لوگ اپنے رب کے حضور حاضری کے منکر ہیں۔

سورۂ صافات میں ہے: ءَاِذَا مِتْنَا وَ كُنَّا تُرَابًا وَّ عِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ﴿۱۶﴾ اَوَ اٰبَآؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ ﴿۱۷﴾ [سورۂ صافات:16-17]

جب ہم مٹی اور ہڈیوں میں بدل جائیں گے تو دوبارہ زندہ کیے جائیں گے، کیا ہمارے آبا و اجداد بھی قبروں سے اٹھائے جائیں گے؟

سورۂ دخان میں ہے: اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ لَیَقُوْلُوْنَ ﴿۳۴﴾ اِنْ هِیَ اِلَّا مَوْتَتُنَا الْاُوْلٰى وَ مَا نَحْنُ بِمُنْشَرِیْنَ ﴿۳۵﴾ [سورۂ دخان:35-34]

یعنی کفار کہتے ہیں: ہماری یہی پہلی موت ہے، اس کے بعد ہمیں دوبارہ زندہ نہیں کیا جائے گا۔

سورۂ جاثیہ میں ہے: وَ قَالُوْا مَا هِیَ اِلَّا حَیَاتُنَا الدُّنْیَا نَمُوْتُ وَ نَحْیَا وَ مَا یُهْلِكُنَاۤ اِلَّا الدَّهْرُ ۚ [سورۂ جاثیہ:24]

کفار نے کہا: بس ہماری یہی دنیاوی زندگی ہے، مرتے اور جیتے ہیں، اور بجز زمانہ کے ہمیں کوئی نہیں مار سکتا۔

سورۂ واقعہ میں ہے: وَ كَانُوْا یَقُوْلُوْنَ ۙ اَىِٕذَا مِتْنَا وَ كُنَّا تُرَابًا وَّ عِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ﴿۴۷﴾ اَوَ اٰبَآؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ ﴿۴۸﴾ ۔[واقعہ:47-48]

یعنی جب ہم مٹی اور ہڈی بن جائیں گے تو ہم اٹھائے جائیں گے، اسی طرح ہمارے آبا و اجداد دوبارہ اٹھائے جائیں گے؟

سورۂ نازعات میں ہے: یَقُوْلُوْنَ ءَاِنَّا لَمَرْدُوْدُوْنَ فِی الْحَافِرَةِ ﴿۱۰﴾ ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً ﴿۱۱﴾ قَالُوْا تِلْكَ اِذًا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ ﴿۱۲﴾ [سورۂ نازعات:12-10]

یعنی کفار کہتے ہیں: جب ہم گلی ہوئی ہڈیوں میں بدل جائیں گے تو دوبارہ زندہ کیے جائیں گے؟ یہ تو بڑے خسارے کی واپسی ہوگی۔

اس طرح بے شمار مقامات پر قرآن کریم نے کفار کے اس باطل نظریہ کا ذکر کیا کہ دنیا کی زندگی ہماری پہلی اور آخری زندگی ہے، اس کے بعد نہ ہمیں زندہ کیا جائے گا، نہ ہی کسی قسم کا کوئی محاسبہ ہوگا، بعث کی مثال قدیم زمانے کی کہانیوں کی سی ہے، جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں؛ اسی لیے بعث بعد الموت کا عقیدہ قابل التفات نہیں۔

قرآن کریم نے منکرین بعث کے اس غلط اور بے بنیاد نظریہ کا پر زور رد کیا اور ان کے اعتراضات کا معقول اور تشفی بخش جواب عطا فرمایا۔

قرآن کریم کے بیان کردہ جوابات کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد جو حقیقت سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ بعث بعد الموت کے ناممکن ہونے کی دو ہی وجہیں ہوسکتی ہیں، ایک وجہ تو یہ ہوگی کہ مرجانے کے بعد خاک

استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ

میں مل جانے والے یا کسی بھی طرح ضائع ہو جانے والے اجزا کا علم نہ ہو تو ایسی صورت میں بعث محال ہوگا، دوسری وجہ یہ ہوگی کہ ضائع ہونے والے اجزا کا علم تو ہو لیکن بعث پر قدرت نہ ہو تو ایسی صورت میں بھی بعث محال ہوگا، بس انھی دو وجوہات کی بنیاد پر بعث ناممکن ہوگا، ان کے علاوہ بعث کے محال یا ناممکن ہونے کی اور کوئی وجہ نہیں ہو سکتی۔

اس حقیقت کو جان لینے کے بعد جواب بآسانی سمجھ میں آسکتا ہے کہ جن دو بنیادوں پر بعث کے عدم امکان کا معاملہ موقوف ہے وہ دونوں ہی چیزیں خدا کے حق میں منتفی ہیں، کیوں کہ اللہ کے علم محیط سے کائنات کا کوئی ذرہ باہر نہیں، مزید یہ کہ اللہ ہر ممکن شے پر قادر ہے؛ لہٰذا بعث بعد الموت ممکن اور ثابت ہے، قرآن کریم نے انھیں دو شقوں کی تقدیر پر بعث کا اثبات کیا ہے، کہیں پہلی شق کی تقدیر پر، کہیں دوسری شق کی تقدیر پر اور کہیں دونوں شقوں کی تقدیر پر بعث کو ثابت کیا ہے، ذیل میں اس کی قدرے تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔

اللہ کو مردوں کے احوال کا علم ہے:

اللہ عزوجل کو بشمول بعث ہر شے کا علم ہے، وہ اپنے بندوں کے تمام احوال سے باخبر ہے، مرنے کے بعد خاک میں ملنے والے اور صحیح وسالم باقی رہنے والے تمام بندوں کو جانتا ہے؛ لہٰذا اس کے لیے بعث انتہائی آسان کام ہے، جب چاہے گا قیامت قائم فرمائے گا، بعث کے بعد سب کو حساب وکتاب کے لیے اپنے حضور کھڑا کرے گا، ارشاد باری ہے:

ءَاِذَا مِتْنَا وَ كُنَّا تُرَابًا ۚ ذٰلِكَ رَجْعٌۢ بَعِيْدٌ ۝ قَدْ عَلِمْنَا مَا تَنْقُصُ الْاَرْضُ مِنْهُمْ ۚ وَعِنْدَنَا كِتٰبٌ حَفِيْظٌ ۝ [سورۂ ق:4-3]

یعنی کفار کہتے ہیں کہ جب ہم مر جائیں گے اور مٹی بن جائیں گے تو کیا ہم دوبارہ زندہ کیے جائیں گے؟ یہ تو بہت دور کا بعث ہے، اللہ فرماتا ہے کہ ہمیں معلوم ہے کہ زمین ان کے جسموں میں کیا کمی کر رہی ہے، ہمارے پاس ایک محفوظ نوشتہ ہے، ہم انھیں دوبارہ زندہ کر دیں گے۔

اس آیت مبارکہ کی روشنی میں بعث اسی وقت محال یا مستبعد ہوگا جب مردے کے جسم سے ضائع ہونے والے اجزا کا علم نہ ہو اور اللہ عزوجل کی شان یہ ہے کہ اس کے علم محیط سے کائنات کا کوئی ذرہ خارج نہیں، وہ جسم کے برباد شدہ اعضا اور ان کے تمام اجزا کو جانتا ہے، اسے یہ بھی معلوم ہے کہ زمین بندے کے جسم سے کیا کھا رہی ہے اور کتنی کمی کر رہی ہے، جب اسے ہر شے کا علم ہے تو وقت موعود پر سارے اعضا کو یکجا کرے گا، سب کو زندہ کرے گا، پھر اولین وآخرین کو حساب وکتاب کے لیے اپنے حضور حاضر کر دے گا۔

مذکورہ بالا آیت کے مطابق بعث بعد الموت کا انکار اسی وقت درست ہو سکتا ہے جب یہ مان لیا جائے کہ اللہ کو اس کی مخلوق کے اعضا وجوارح کا علم نہیں، اور یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہے کہ اللہ وحدہ لاشریک کو ہر خشک وتر کا علم ہے؛ لہٰذا بعث ہوگا۔

ایسے قوی دلائل کے ہوتے ہوئے بعث کا انکار صریح جہالت، بلکہ تعنت اور سرکشی ہے

اللہ بعث پر قادر ہے:

اللہ عزوجل بشمول بعث ہر شے پر قادر ہے، جس طرح پہلی دفعہ پیدا کرنے پر قادر ہے ویسے ہی دوبارہ پیدا کرنے بھی قادر ہے، فرمایا:

اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَلَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَهٗ ۝ بَلٰى قٰدِرِيْنَ عَلٰٓى اَنْ نُّسَوِّيَ بَنَانَهٗ ۝ [سورۂ قیامہ:4-3]

کیا کافر یہ سمجھتا ہے کہ ہم اس کی ہڈیاں جمع نہیں کریں گے، کیوں نہیں؟ ہم اس کی انگلیوں کے پور درست کرنے پر قادر ہیں۔

انسانی جسم میں انگلیاں اور ان انگلیوں کی ہڈیاں انتہائی چھوٹی ہوتی ہیں، جو رب جسم انسانی کے چھوٹے چھوٹے اعضا، ان میں جڑی پتلی پتلی ہڈیوں اور نازک ترین رگوں کو دوبارہ بنانے پر قادر ہے وہ گوشت، پوست، عضلات، پٹھے اور ہڈیوں سمیت پورا جسم بنا کر دوبارہ زندگی دینے پر بھی قادر ہے؛ لہٰذا قیامت کے دن دوسری دفعہ صور پھونکنے کے بعد سب کو قبروں سے اٹھایا جائے گا۔ اور ان سے حساب وکتاب کے معاملات کیے جائیں گے۔

اس آیت کی روشنی میں بعث بعد الموت کا انکار اسی وقت درست ہو سکتا ہے جب اللہ کے لیے کسی بھی ممکن پر قدرت ثابت نہ ہو، جب کہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ ہر شے پر قادر ہے، لہٰذا بعث پر بھی قادر ہے۔

ان دلائل کی روشنی میں بعث کا انکار اللہ عزوجل کی قدرت کاملہ سے انکار ہے اور اپنی دنیا وآخرت کو تباہ وبرباد کرنے کے مترادف ہے۔

اللہ مردوں کے احوال سے باخبر اور ان کے بعث پر قادر ہے

گزشتہ سطور میں یہ بتایا گیا کہ بعث کے لیے علم بھی ضروری ہے اور قدرت بھی اور اللہ عزوجل کے لیے علم وقدرت دونوں ثابت ہیں؛ لہٰذا بعث حتمی اور یقینی ہے، قرآن کریم نے ان دونوں دلیلوں کو ایک مقام پر بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ جمع کیا اور فرمایا:

وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِيَ خَلْقَهٗ ۭ قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ

رَمِیۡمٌ ﴿۷۸﴾ قُلۡ یُحۡیِیۡہَا الَّذِیۡۤ اَنۡشَاَہَاۤ اَوَّلَ مَرَّۃٍ ؕ وَ ہُوَ بِکُلِّ خَلۡقٍ عَلِیۡمُۨ ﴿۷۹﴾ [سورۂ یٰس:78-79]

اس نے ہمارے لیے ایک مثال بیان کی اور اپنی ہی تخلیق کو بھول گیا، پوچھتا ہے: بوسیدہ ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا؟ فرمادو: جس نے انھیں پہلی دفعہ پیدا کیا وہی دوبارہ بنائے گا اور اسے ہر مخلوق کی پیدائش کا علم ہے۔

ان آیات مبارکہ میں علم وقدرت دونوں کا ذکر ہے، فرمایا کہ جو رب پہلی دفعہ پیدا کرنے پر قادر ہے وہ دوبارہ پیدا کرنے پر بھی قادر ہے اور جو رب اپنے بندوں کی پہلی تخلیق کا علم رکھتا ہے وہ بدرجۂ اولی دوسری تخلیق کا بھی علم رکھتا ہے اور بعث کی بنیاد انھی دو چیزوں پر قائم ہے، جب یہ دونوں چیزیں ثابت ہیں تو بعث بھی ثابت ہے۔

ان تمام آیات کا خلاصہ یہی ہے کہ اگر اللہ کو مخلوق کے ضائع شدہ اجزا کا علم نہ ہوتا، یا اللہ انھیں دوبارہ بنانے پر قادر نہ ہوتا تو بعث محال اور ناممکن ہوتا، لیکن اللہ کو ہر خشک وتر کا علم ہے اور وہ ہر شے پر قادر بھی ہے؛ لہٰذا بعث ہوگا، یقیناً ہوگا، اور سارے اولین وآخرین کا ہوگا۔

منکرین بعث کو تہدید:

ہر زمانے میں کچھ ایسے افراد ہوتے ہیں جنھیں دلائل کی زبان سمجھ میں نہیں آتی، ان کے لیے زجر وتوبیخ کی زبان ہی موثر ہوتی ہے، زمانۂ نزول قرآن میں بھی ایسے افراد کی کمی نہیں تھی، قرآن کریم نے جہاں ان کو وعظ ونصیحت اور تذکیر وارشاد کی زبان میں سمجھایا وہیں ان کے لیے زجر وتوبیخ کا بھی اسلوب اختیار فرمایا اور ان کو ایسی تہدید فرمائی کہ آج بھی ان آیات کو پڑھ کر روح کانپ جاتی ہے، جسم پر رعشہ طاری ہوجاتا ہے، زبان سکتے میں آجاتی ہے اور بے اختیار سجدے میں سر رکھ کر اللہ کی عظمت وکبریائی بیان کرنے کو جی چاہتا ہے، دیکھیں، سورۂ اسرا کی ان آیات کا تیور دیکھیں، اور اللہ کے قہر وجلال اور غیظ وغضب سے اس کی پناہ مانگیں، فرماتا ہے:

وَ قَالُوۡۤا ءَاِذَا کُنَّا عِظَامًا وَّ رُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبۡعُوۡثُوۡنَ خَلۡقًا جَدِیۡدًا ﴿۴۹﴾ قُلۡ کُوۡنُوۡا حِجَارَۃً اَوۡ حَدِیۡدًا ﴿۵۰﴾ اَوۡ خَلۡقًا مِّمَّا یَکۡبُرُ فِیۡ صُدُوۡرِکُمۡ ۚ فَسَیَقُوۡلُوۡنَ مَنۡ یُّعِیۡدُنَا ؕ قُلِ الَّذِیۡ فَطَرَکُمۡ اَوَّلَ مَرَّۃٍ ۚ فَسَیُنۡغِضُوۡنَ اِلَیۡکَ رُءُوۡسَہُمۡ وَ یَقُوۡلُوۡنَ مَتٰی ہُوَ ؕ قُلۡ عَسٰۤی اَنۡ یَّکُوۡنَ قَرِیۡبًا ﴿۵۱﴾ [سورۂ اسرا:49-51]

کفار نے کہا: جب ہم بوسیدہ ہڈیوں میں تبدیل ہوجائیں گے اور ریزہ ریزہ ہوجائیں گے تو کیا ہم دوبارہ زندہ کیے جائیں گے؟ اللہ فرماتا ہے: تم پتھر ہوجاؤ، لوہا ہوجاؤ، یا ایسی چیز ہوجاؤ جو تمھارے خیال میں بہت بڑی ہو، پھر کافر پوچھیں گے کہ ہمیں کون دوبارہ زندہ کرے گا، تو اے محبوب! فرمادو: جس نے تمھیں پہلی بار پیدا کیا وہی دوبارہ بنائے گا۔

یعنی چند بوسیدہ ہڈیوں کا کیا تماشا بنائے ہوئے ہو، فرض کرو تم مرنے کے بعد لوہا ہوگئے، پتھر ہوگئے، یا ایسی عظیم چیز بن گئے، جس میں زندگی کبھی بھی نہیں آسکتی مثلاً بادل بن گئے، یا کوئی دھات بن گئے، پھر ہم عقیدۂ بعث پیش کریں گے اور تم سوال کروگے کہ ہمیں دوبارہ بنائے گا؟ اس لوہے یا پتھر میں زندگی کی حرارتیں کون بحال کرے گا؟ تو ایسوں کے لیے ہمارا جواب یہی ہوگا کہ جس نے تمھیں پہلے پیدا کیا وہی دوبارہ بنائے گا، اس لیے کہ:

وَ مَاۤ اَنۡتُمۡ بِمُعۡجِزِیۡنَ فِی الۡاَرۡضِ وَ لَا فِی السَّمَآءِ ۫ وَ مَا لَکُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ مِنۡ وَّلِیٍّ وَّ لَا نَصِیۡرٍ ﴿۲۲﴾ [سورۂ عنکبوت:22]

یعنی تم آسمان وزمین میں اللہ کو عاجز ونا کام نہیں بنا سکتے، اس لیے اسی کا حکم مانو، ورنہ تمھارا کوئی معاون ومددگار نہیں ہوگا۔

بعث کے ناممکن ہونے پر جتنے دلائل ہوسکتے ہیں قرآن کریم نے سب کی نفی کردی، اور واضح فرمادیا کہ ہم اللہ عزوجل کے وسیع علم اور لامتناہی قدرتوں پر ایمان رکھیں، اور ہر طرح کے شکوک وشبہات، اور اوہام وخرافات سے بالاتر ہوکر عقیدۂ بعث کو تسلیم کرلیں۔

بعث بعد الموت پر دلائل:

اب آئیے دلائل کی جانب بڑھتے ہیں اور اثبات بعث کے سلسلے میں قرآنی دلائل پر غور کرتے ہیں۔ قرآن کریم نے اثبات بعث کے سلسلے میں دو طرح کے دلائل پیش کیے ہیں۔

۱- نظری اور عقلی دلائل۔ ۲- حسی اور مشاہداتی دلائل۔

عقلی دلائل کی ایک لمبی فہرست ہے اور ان میں بیش تر دلائل ایسے ہیں جو ایک دوسرے کے تحت مندرج ہوسکتے ہیں، لیکن قرآن کریم نے سب کو علاحدہ علاحدہ ذکر کیا ہے، اسی لیے ہم بھی سب کو علاحدہ علاحدہ ذکر کریں گے۔

پہلی دلیل: اللہ نے کسی بھی چیز کو عبث نہیں بنایا اور اس کی یہ شان نہیں کہ کسی کو عبث یا لغو پیدا کرے، اس کی ہر تخلیق کے پیچھے ہزاروں حکمتیں کار فرما ہوتی ہیں، اور ہر مخلوق سے بے شمار اغراض ومقاصد وابستہ ہوتے ہیں، تخلیق انسان کا بھی ایک عظیم مقصد ہے اور وہ ہے: اللہ کی عبادت وبندگی، جو عبادت کرتے ہیں وہ اجر وثواب کے

مستحق ہوں گے اور جو عبادت نہیں کرتے وہ دردناک عذاب کے مستحق ہوں گے، اگر بعث قائم نہ ہو، حساب وکتاب کے مراحل نہ ہوں، اور جنت ودوزخ کے فیصلے نہ ہوں تو تخلیق انسان کا کوئی مقصد ہی نہیں رہے گا، اسی لیے بعث کا ہونا ضروری ہے؛ تاکہ ہر انسان کو اس کے کیے کا بدلہ دیا جاسکے، اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے:

اَیَحۡسَبُ الۡاِنۡسَانُ اَنۡ یُّتۡرَکَ سُدًی ﴿۳۶﴾ [سورۂ قیامہ:36]

کیا انسان اس گمان میں ہے کہ اسے بے کار چھوڑ دیا جائے گا۔

نہیں، بے کار نہیں چھوڑا جائے گا، بلکہ ہر انسان کا بعث ہوگا اور اسے سزا و جزا کے مراحل سے گزارا جائے گا۔

ایک دوسرے مقام پر فرمایا: اَفَحَسِبۡتُمۡ اَنَّمَا خَلَقۡنٰکُمۡ عَبَثًا وَّ اَنَّکُمۡ اِلَیۡنَا لَا تُرۡجَعُوۡنَ ﴿۱۱۵﴾ فَتَعٰلَی اللّٰہُ الۡمَلِکُ الۡحَقُّ ۚ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ ۚ رَبُّ الۡعَرۡشِ الۡکَرِیۡمِ ﴿۱۱۶﴾ [سورۂ مومنون:116]

کیا تم نے یہ گمان کر لیا کہ ہم نے تمھیں عبث پیدا کیا ہے اور تمھیں ہماری طرف نہیں لوٹنا ہے، اللہ کی شان اس سے بلند ہے کہ وہ کسی چیز کو لغو پیدا کرے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہی عرش عظیم کا رب ہے۔ لہٰذا بعث ہوگا اور اچھے برے اعمال کے اعتبار سے سب کو بدلہ دیا جائے گا۔

دوسری دلیل: اللہ ہر شے پر قادر ہے اور بعث بھی ایک شے ہے؛ لہٰذا اللہ بعث پر بھی قادر ہے، اللہ ہر فعل پر قادر ہے اور بعث بھی ایک فعل ہے؛ لہٰذا اللہ بعث پر بھی قادر ہے، سورۂ رعد اور سورۂ ق میں اللہ جل وعلا نے بہت سے مظاہر قدرت بیان کیے اور اخیر میں فرمایا کہ جو ان امور پر قادر ہے وہ بعث پر بھی قادر ہے۔ سورۂ رعد کی ابتدائی آیات میں فرمایا:

اَللّٰہُ الَّذِیۡ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَیۡرِ عَمَدٍ تَرَوۡنَہَا ثُمَّ اسۡتَوٰی عَلَی الۡعَرۡشِ وَ سَخَّرَ الشَّمۡسَ وَ الۡقَمَرَ ؕ کُلٌّ یَّجۡرِیۡ لِاَجَلٍ مُّسَمًّی ؕ یُدَبِّرُ الۡاَمۡرَ یُفَصِّلُ الۡاٰیٰتِ لَعَلَّکُمۡ بِلِقَآءِ رَبِّکُمۡ تُوۡقِنُوۡنَ ﴿۲﴾ وَ ہُوَ الَّذِیۡ مَدَّ الۡاَرۡضَ وَ جَعَلَ فِیۡہَا رَوَاسِیَ وَ اَنۡہٰرًا ؕ وَ مِنۡ کُلِّ الثَّمَرٰتِ جَعَلَ فِیۡہَا زَوۡجَیۡنِ اثۡنَیۡنِ یُغۡشِی الَّیۡلَ النَّہَارَ ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوۡمٍ یَّتَفَکَّرُوۡنَ ﴿۳﴾ وَ فِی الۡاَرۡضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ وَّ جَنّٰتٌ مِّنۡ اَعۡنَابٍ وَّ زَرۡعٌ وَّ نَخِیۡلٌ صِنۡوَانٌ وَّ غَیۡرُ صِنۡوَانٍ یُّسۡقٰی بِمَآءٍ وَّاحِدٍ ۟ وَ نُفَضِّلُ بَعۡضَہَا عَلٰی بَعۡضٍ فِی الۡاُکُلِ ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوۡمٍ یَّعۡقِلُوۡنَ ﴿۴﴾

ان آیات میں یہ بتایا گیا کہ اللہ نے بغیر ستون کے آسمان بنائے، اللہ نے چاند وسورج کو مسخر کیا، اللہ نے زمین کو پھیلایا اور اس میں پہاڑ اور نہریں بنائیں، اللہ نے ہر قسم کے پھلوں کے جوڑے بنائے، اللہ نے انگور کے باغات بنائے، کھیت اور کھجور کے درخت اگائے اور حیرت کی بات یہ ہے کہ سب ایک پانی سے سیراب ہوتے ہیں، لیکن سب کا مزہ الگ الگ ہے، جو رب ان تمام چیزوں پر قادر ہے، کیا وہ ایک بعث ہی پہ قادر نہیں؟ جب ہر جگہ اس کی قدرت پر یقین رکھتے ہو تو بعث کے باب میں انکار کیوں کرتے ہو؟ اسی لیے ان آیات کے معًا بعد منکرین بعث کے انکار پر حیرت واستعجاب کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا:

وَ اِنۡ تَعۡجَبۡ فَعَجَبٌ قَوۡلُہُمۡ ءَاِذَا کُنَّا تُرٰبًا ءَاِنَّا لَفِیۡ خَلۡقٍ جَدِیۡدٍ ؕ۬ اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا بِرَبِّہِمۡ ۚ وَ اُولٰٓئِکَ الۡاَغۡلٰلُ فِیۡۤ اَعۡنَاقِہِمۡ ۚ وَ اُولٰٓئِکَ اَصۡحٰبُ النَّارِ ۚ ہُمۡ فِیۡہَا خٰلِدُوۡنَ ﴿۵﴾ [سورۂ رعد:5]

اگر تمھیں تعجب ہوتا ہے تو کفار کے اس سوال پر تعجب ہونا چاہیے کہ جب ہم مٹی میں تحلیل ہوجائیں گے تو کیا دوبارہ زندہ کیے جائیں گے؟ ایسے افراد اپنے رب کے منکر ہیں، ان کے گلوں میں لعنت کا طوق ہے، ان کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہی ان کا دائمی گھر ہے۔

اسی طرح اللہ عزوجل نے سورۂ ق کی ابتدائی آیات میں فرمایا:

اَفَلَمۡ یَنۡظُرُوۡۤا اِلَی السَّمَآءِ فَوۡقَہُمۡ کَیۡفَ بَنَیۡنٰہَا وَ زَیَّنّٰہَا وَ مَا لَہَا مِنۡ فُرُوۡجٍ ﴿۶﴾ وَ الۡاَرۡضَ مَدَدۡنٰہَا وَ اَلۡقَیۡنَا فِیۡہَا رَوَاسِیَ وَ اَنۡۢبَتۡنَا فِیۡہَا مِنۡ کُلِّ زَوۡجٍۭ بَہِیۡجٍ ۙ﴿۷﴾ تَبۡصِرَۃً وَّ ذِکۡرٰی لِکُلِّ عَبۡدٍ مُّنِیۡبٍ ﴿۸﴾ وَ نَزَّلۡنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً مُّبٰرَکًا فَاَنۡۢبَتۡنَا بِہٖ جَنّٰتٍ وَّ حَبَّ الۡحَصِیۡدِ ۙ﴿۹﴾ وَ النَّخۡلَ بٰسِقٰتٍ لَّہَا طَلۡعٌ نَّضِیۡدٌ ﴿ۙ۱۰﴾ رِّزۡقًا لِّلۡعِبَادِ ۙ وَ اَحۡیَیۡنَا بِہٖ بَلۡدَۃً مَّیۡتًا ؕ کَذٰلِکَ الۡخُرُوۡجُ ﴿۱۱﴾ [سورۂ ق:11-6]

ان آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ کفار کہتے ہیں کہ بعث بہت دور کی بات ہے، اللہ فرماتا ہے: کیا انھوں نے نظر اٹھا کر نہیں دیکھا کہ ہم نے کیسے آسمان بنایا اور اسے کیسے آراستہ کیا اور اس میں کوئی شگاف نہیں رکھا۔ کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے کیسے زمین پھیلادی، اس میں لنگر انداز پہاڑ نصب کیے اور اس میں ہر قسم کے خوش نما پودے اگائے۔ کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے آسمان سے بابرکت پانی اتارا، اسی سے باغات بنائے، غلے تیار کیے ،بلند ترین کھجور کے درخت اگائے اور اسی برستے پانی سے کتنی خشک زمینوں کو سرسبز وشاداب کردیا۔ جیسے ہم نے اپنی قدرت کاملہ سے یہ سب کچھ کیا، ایسے ہی بعث بھی ہوگا، چشم زدن میں سارے بندے اپنی اپنی قبروں سے نکل پڑیں گے اور موقف حساب میں جمع ہوجائیں گے۔

ان دونوں آیات کا مآل یہ ہے کہ جب اللہ ہر شے پر قادر ہے تو بعث پر بھی قادر ہے۔ **جاری۔** ◯ ○ ○

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ دین/سوال آپ بھی کر سکتے ہیں

آپ کے مسائل

مفتی اشرفیہ
محمد نظام الدین رضوی
کے قلم سے

ہاف شرٹ پہن کر نماز پڑھنا کیسا ہے؟

سوال: ہاف شرٹ پہن کر نماز ہوتی ہے یا نہیں؟

جواب: نماز تو ہو جاتی ہے مگر ہاف ہونے کی وجہ سے مکروہ تنزیہی ہوتی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ ہاف شرٹ میں نماز تو ہو جائے گی مگر فل آستین کی شرٹ پہن کر نماز پڑھنا اولیٰ و اچھا ہے۔ مگر جس کے پاس ہاف شرٹ ہی ہے تو وہ نماز نہ چھوڑے، اس کو پہن کر نماز پڑھے کہ نماز چھوڑ دینا حرام و گناہ کبیرہ ہے جس سے بچنا فرض ہے۔ انگریزوں کے زمانے میں پینٹ شرٹ کے متعلق ہمارے بزرگ علما نے یہ فتویٰ دیا تھا۔ کہ اسے پہن کے نماز پڑھنا گناہ اور مکروہ تحریمی ہے اور اسے پہن کر جو نماز پڑھی جائے گی اسے دہرانا لازم ہو گا۔(فتاویٰ رضویہ جلد3 باب مکروہات الصلوٰۃ، ص:422)

اس کی وجہ یہ تھی کہ: اس زمانہ میں یہ لباس صرف انگریز قوم کا لباس تھا اور دوسری کسی قوم کے لوگ یہ لباس نہیں پہنتے تھے۔ وہ انگریزوں سے سخت نفرت کرتے تھے، اس وجہ سے حکم تھا کہ ناجائز ہے۔ بعد میں دوسری قوموں نے اس لباس کو اپنا لیا ہے اور مسلمانوں نے بھی اس لباس کو اپنا لیا، تو اب یہ لباس کسی قوم کی اور خاص طور سے انگریزوں کی پہچان نہیں رہ گیا اور شریعت کا حکم زمانے کے بدلنے کی وجہ سے بدلتا رہتا ہے، یہ مسئلہ بھی اسی قسم کا ہے۔ لہٰذا اب یہ لباس پہننا مباح ہے اور اس کو پہن کر نماز پڑھی جائے گی تو ہو جائے گی۔

لیکن اگر کوئی آدمی کرتا پہن کر۔ جو ہمارے عالموں، حافظوں، قاریوں کا لباس ہے۔ نماز پڑھے تو کیا پوچھنا، یہ سب سے اچھی بات ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

شرٹ میں کالر کی وجہ سے نماز ہو جائے گی یا نہیں؟

سوال: شرٹ میں جو کالر لگا ہوتا ہے یہ شرعاً جائز ہے یا نہیں، اس کو پہن کر نماز پڑھیں تو اس کا کیا حکم ہو گا؟

جواب: کالر کی وجہ سے نماز پر کوئی اثر نہیں کیوں کہ شرٹ اور قمیص میں کالر عادت کے مطابق ہوتی ہے اور اس کو پہن کر بڑے لوگوں کے دربار میں جانا بے ادبی نہیں سمجھا جاتا۔ اور اصل یہ ہے کہ جس طریقے کا لباس پہن کر بڑوں، حاکموں اور افسروں کے دربار میں جانا صحیح ہو اور بے ادبی تصور نہ کیا جاتا ہو اس طرح کے لباس میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضری ہو سکتی ہے، لہٰذا کالر دار کرتا، قمیص، یا شرٹ پہن کر نماز پڑھ سکتے ہیں۔ بہتر تو یہی ہے کہ پوری آستین ہو، لیکن اگر پوری آستین نہیں ہے تو بھی نماز ہو جائے گی۔ ہاں خلاف اولیٰ ہوگی۔ کالر، اپنی وضع کے لحاظ سے موڑی ہوئی ہوتی ہے جو کف ثوب ہے یعنی کپڑے کو موڑنا۔ مگر کف ثوب وہ مکروہ تحریمی ہے جو عادتِ ناس کے خلاف ہو، اور اس طور پر موڑ کر حاکموں کے دربار میں جانا بے ادبی سمجھا جاتا ہو، اور یہ کف ثوب جو کالر میں ہوتا ہے عادتِ ناس کے مطابق ہے اور کالر دار قمیص یا شرٹ پہن کر حاکموں کے دربار میں جانا قطعاً بے ادبی نہیں سمجھا جاتا اس لیے یہ مکروہ نہیں، بلا کراہت جائز و مباح ہے۔ اور آستین میں دو صورتیں ہیں ایک تو یہ کہ آستین پوری ہے مگر اوپر چڑھا کر پڑھ رہا ہے اس صورت میں نماز مکروہ تحریمی ہے۔ اور اگر ہاف آستین سلی ہی گئی ہے تو اب اس کپڑے کی وضع اور بناوٹ وہی ہے اور اس کپڑے کے پہنے کا طریقہ اور عادت وہی ہے، تو جو چیز طریقہ اور عادت بن جائے اس سے نماز مکروہ تحریمی نہیں ہوتی اور عادت کے خلاف جو کپڑا پہنا جائے اس سے نماز مکروہ تحریمی ہوتی ہے، تو آستین کو آدھی کلائی تک چڑھا کر نماز پڑھنا خلاف عادت ہے اس وجہ سے نماز مکروہ تحریمی ہوگی اور اگر ہاف آستین کی شرٹ پہن کر نماز پڑھتے ہیں تو مکروہ تحریمی نہ ہوگی مگر خلاف اولیٰ ضرور ہوگی۔

واللہ تعالیٰ اعلم

جس مسجد میں فجر کی نماز نہ ہوتی ہو اس میں نمازِ جمعہ ہو سکتی ہے یا نہیں؟

سوال: ایک ایسی مسجد جس میں فجر کی نماز نہیں ہوتی ہے

اس میں نماز جمعہ درست ہے یا نہیں؟

جواب: نماز جمعہ اس مسجد میں بھی درست ہے، جمعہ صحیح ہونے کے لیے کتب شریعت میں جو شرائط بیان کیے گئے ہیں ان میں یہ شرط کہیں اور کسی مذہب میں نہیں کہ اس مسجد میں فجر کی نماز بھی ہوتی ہو، جہاں جمعہ صحیح ہے وہاں ضرورت ہو تو کشادہ میدان میں بھی جمعہ کی نماز پڑھی جا سکتی ہے اگر چہ وہاں بھی فجر کی، یا کوئی بھی نماز نہ پڑھی گئی ہو۔ ہاں جو بھی مسجد محلہ میں ہو اس کو آباد کرنا اہل محلہ پر لازم ہے کہ فجر کی نماز یا دیگر اوقات کی نماز اس میں ضرور پڑھیں تا کہ مسجد آباد رہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ آمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ. (سورۃ التوبۃ، آیت:9)

مسجدوں کو وہی لوگ آباد کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان رکھتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

پیر اگر یہ کہے کہ ہم نماز پڑھتے ہیں مریدوں کو پڑھنے کی ضرورت نہیں، تو کیا حکم ہے؟

سوال: کچھ پیر یہ کہتے ہیں کہ ہم تو نماز پڑھتے ہیں، مریدوں کو پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے؟

جواب: یہ بہت بڑی نادانی کی بات ہے اور اس بکواس کا تقاضا یہ ہے کہ وہ آدمی یہ کہہ رہا ہے کہ مریدوں پر نماز فرض نہیں ہے، ہمارا ہی پڑھ لینا کافی ہے۔ اگر یہ مراد ہے جیسا کہ لفظ "ضرورت" کا تقاضا یہی ہے تو ایسی صورت میں وہ ایمان سے خارج ہو گیا، کیوں کہ نماز کی فرضیت کا منکر کافر ہوا کرتا ہے۔ جس نے بھی ایسا کہا جب تک ہم اس کے قول و معنی مراد کی تحقیق نہ کر لیں اس پر ابھی کھلا ہوا حکم تو نہیں لگا سکتے لیکن اس کا ظاہر کفر ہے، ایسے شخص کو حکم دیا جاتا ہے کہ علانیہ مسلمانوں کے مجمع میں توبہ کرے اور وعدہ کرے کہ آئندہ ایسی بات نہیں کہے گا اور ساتھ ہی ساتھ کلمہ پڑھ کر تجدید اسلام کرے، اگر بیوی والا ہو تو بیوی سے نکاح بھی کرے، اور اگر ایسا نہیں کرتا تو مسلمان اس کا بائیکاٹ کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کیا جو خطبہ نہ سن سکا اس کی نماز درست ہوگی؟

سوال: مسجد میں خطبۂ جمعہ یا خطبۂ عیدین کے وقت چوں کہ ازدحام بہت ہوتا ہے، اس وجہ سے جن لوگوں نے باہر صفیں قائم کر رکھی ہیں خطبہ کی آواز ان تک نہیں پہنچ پاتی، تو کیا ان کی نماز درست ہوگی؟

جواب: خطبۂ جمعہ تو ضروری ہے کہ جمعہ صحیح ہونے کے لیے شرط ہے مگر خطبے کے کلمات سارے نمازیوں کا سننا ضروری نہیں ہے۔ اور یہ جو حکم ہے کہ جب خطبہ پڑھا جائے تو لوگ غور سے سنیں اور خاموش رہیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر خطیب سے قریب ہیں تو غور سے سنیں اور خاموش بھی رہیں اور اگر خطبہ کی آواز سنائی نہیں دے رہی ہے تو لازم ہے کہ خاموش رہیں، لہٰذا نماز سب کی ہو جائے گی نماز میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

ہاتھ میں عصا یا لکڑی کی چھڑی لے کر خطبہ دینا کیسا ہے؟

سوال: خطبے کے وقت ہاتھ میں عصا یا لکڑی کی چھڑی لے کر کھڑا ہونا سنت ہے یا نہیں؟

جواب: عام حالات میں سنت نہیں، اس کی تفصیل یہ ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم پہلے ہاتھ میں عصا لے کر خطبہ نہیں دیتے تھے بعد میں جب عمر زیادہ ہو گئی، بدن کمزور ہو گیا اور ضعف بڑھ گیا تو سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کمزوری کی وجہ سے ہاتھ میں عصا لے کر خطبہ دیا کرتے تھے۔ تو جو لوگ بوڑھے اور کمزور ہوں ان کے لیے لاٹھی لے کر خطبہ پڑھنا سنت ہے اور جو لوگ قوی، توانا ہیں اور عصا کے بغیر ان کو قیام میں کوئی دشواری نہیں ہوگی ان کے لیے سنت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

سعودی میں رہنے والا سنی صحیح العقیدہ نماز کیسے پڑھے؟

سوال: حضور ایک مسئلہ علمائے کرام کی بارگاہ اقدس میں ہے کہ ہم سنیوں کا عقیدہ ہے کہ وہابی دیوبندی کے پیچھے سنیوں کی نماز نہیں ہوتی ہے اب کوئی سنی صحیح العقیدہ مسلمان سعودی عربیہ مسجد کی صاف صفائی کے کام میں گیا تو وہ آدمی کیا کرے گا اگر اس کے پیچھے نماز پڑھتا ہے تو ہوتی نہیں اور نہیں پڑھتا ہے تو گناہ گار ہوتا ہے ایسی صورت میں اب وہ کیا کرے۔ اور اس آدمی کا وہاں دو یا تین سال رہنا ہے۔

جواب: یہ شخص تنہا نماز پڑھے اور اس کے لیے جو صورت ممکن ہو وہ اپنائے ہاں اگر تحقیق سے معلوم ہو جائے کہ اس مسجد کا امام سنی ہے تو اس کی اقتدا میں جماعت سے نماز پڑھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ ■■■

فکر امروز

اسلام مثبت طرزِ فکر کا داعی

حافظ افتخار احمد قادری

مذہب اسلام ایک منفرد اور اخلاقی قدروں کا حد درجہ متحمل مذہب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اپنی خصوصیات کے لحاظ سے تمام دیگر آسمانی اور غیر آسمانی مذاہب میں ممتاز ہے۔ اس کی قدریں بہت وسیع ہیں۔ ہمدردی، رواداری، اخوت، مساوات، اخلاقی اقدار، نرمی، دل جوئی، احترام اور شفقت و مروت جیسے عناصر اس کے محرکات ہیں۔ اسلام شخصی اور اجتماعی دونوں اصلاحات چاہتا ہے یہی وجہ ہے کہ بظاہر چھوٹے چھوٹے امور جن کو نظر انداز کر دینا عموماً لوگوں کی عادت ہوتی ہے اسلام ان امور کو بھی بڑی اہمیت دیتا ہے۔ اسلام ہمیشہ مثبت طرزِ فکر کا داعی ہے جس کا لازمی نتیجہ کامیابی ہی کامیابی ہوتا ہے۔ ہاں! اصلاح کے دائرہ عمل میں کبھی کبھار ایسا محسوس ہوتا ہے کہ بظاہر اسلامی تداعی منفی ہیں مگر جب اس امر کی گہرائی میں اتر کر غور و خوض کیا جاتا ہے تو وہاں بھی مثبت پہلو ہی کارفرما نظر آتا ہے اور اس کی تہوں میں اصلاح کے جواہر پاروں کا انبار ملتا ہے۔ قارئین چند اقدار کا سرسری تذکرہ ملاحظہ فرمائیں:

سلام کرنا: یہ اسلامی اخلاقی اقدار کا وہ جامع پہلو ہے جس سے بے گانوں کو بھی اپنا بنایا جاسکتا ہے مگر اسی کے ضمن میں یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ مغرور، متکبر اور نخوت میں ڈوبے ہوئے انسان کو اگر سلام کرنے سے اس کا غرور ترقی کرے گا تو احتیاط کا حکم بھی دیتا ہے۔ علاوہ ازیں اسلام کا جو مخصوص طرزِ سلام ہے صرف اسی کا حکم دیتا ہے اور غیر اسلامی روش کو اسلام قبول نہیں کرتا نہ ہی کسی سیاسی نہج پر کسی غیر مسلم کو سلام کرنے کی اجازت دیتا ہے کیوں کہ سلامتی صرف صاحب ایمان کا خاصہ ہے۔ ایسی صورت میں اگر کسی سیاسی ضرورت کے پیشِ نظر کسی غیر مسلم کو کوئی سلام کرتا ہے تو اس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں کیوں کہ ایسا سلام اسلامی روایات و اقدار کی مطابقت نہیں کرتا۔

ہمدردی و رواداری: اسلام ہمدردی و رواداری کو بہت فروغ دیتا ہے۔ حتیٰ کہ انسان تو انسان کیڑے مکوڑے اور چوپایوں تک سے ہمدردی کا حکم دیتا ہے۔ مگر اسی ضمن میں یہ امر بھی قابل غور ہے کہ جہاں سے فتنے بپا ہوں یا جو فتنوں کو ہوا دے اس کے ساتھ کسی بھی رواداری کا قائل نہیں۔ کیوں کہ ایسا کوئی بھی فرد جو معاشرے کے اطمینان و سکون کو یا فرد کے اطمینان و سکون کو غارت کرے وہ کسی بھی طرح ہمدردی کے لائق نہیں۔

اخوت و بھائی چارگی: اسلام کا وہ آفاقی دستور ہے جو دلوں کو ایک دوسرے کے قریب کرتا ہے۔ اس میں نسل و رنگ، اونچ نیچ، کالا گورا اور اپنا پرایا نہیں دیکھتا۔ استحقاق اور ضرورت جہاں بھی سر ابھارے وہاں مرہم زخم جگر پہنچانے کا حکم دیتا ہے۔ بلکہ بعض اوقات پر اتنا ہمگیر محسوس ہونے لگتا ہے کہ غیر کے احساسات فنا ہو جاتے ہیں۔ یہ اس لئے کہ نسل بنی آدم کا محور و مرکز ایک نقطہ پر منتہی ہوتا ہے اور سارے انسان ایک اسٹرکچر کی طرح ہیں کہ اگر ایک عضو کو درد لاحق ہوتا ہے تو سارا بدن متاثر ہو جاتا ہے۔ اسی طرح درد کی یکسانیت اور تکلیف کی کسک کا درجہ بھی مساوی ہوتا ہے۔ اگر اس نقطہ نظر سے کسی مسلمان کی ہم آہنگی نہیں تو اسلام بصورتِ دیگر دوسرے اعتبارات کو ہرگز قبول نہیں کرتا۔ اسلام کی نظر میں ہر چھوٹا بڑا برابر ہے۔ ہاں! برتری ہے تو صرف تقویٰ کی۔ اس کے ساتھ اگر کسی ایسے مقام پر جہاں اس حکمتِ عملی کا نفاذ کسی بھی نہج سے مضر ثابت ہو تو اسلام اس سے باز رکھتا ہے مثلاً کسی چور، زانی، شرابی، قاتل اور فسادی سے بھائی چارگی یا اخوت کا حکم اٹھا دیتا ہے کیونکہ یہ معاشرے کی غارتگری اور انسانیت کے دشمن ہیں۔ اگر ان سے نرمی کی جائے گی تو مظلوموں کا حق مارا جائے گا۔

امداد باہمی: اسلام اس سے ایک مربوط معاشرہ تشکیل دیتا ہے تاکہ ایک اچھی اور صالح سوسائٹی کے عوامل بھرپور فائدہ حاصل کر سکیں۔ اسلام کا نعرہ ہے کہ جب تک مومن اپنے بھائی کی مدد میں لگا رہتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی مدد فرماتا رہتا ہے۔ یہ امداد کسی بھی طرح ہو سکتی ہے۔ لسانی، عملی، مالی، اخلاقی اور ذاتی گویا ہر طرح کی امداد کو پروان چڑھا کر معاشرہ کو مستحکم اور مضبوط بنانے کی حکمت عملی پیش کرتا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی ساتھ اپنے افراد یا عناصر جن سے معاشرے میں بد امنی، بد اخلاقی، بد چلنی یا انحطاط لازم آئے ان کا مقاطعہ بائیکاٹ

بھی کرتا ہے۔ کیوں کہ پاکیزہ معاشرے کے لئے فاسدہ عناصر کو الگ کر دینا ضروری ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں ایسا کوئی بھی امر جس سے دینی کام کو نقصان ہو اس کی کبھی بھی اجازت نہیں دیتا اور نہ ہی ایسے افراد کی موافقت کرتا ہے۔

ایثار و قربانی: اسلام کا وہ خاصہ ہے جس نے مشرق و مغرب اور شمال و جنوب کو ایک نقطہ پر مرتکز کر دیا ہے۔ یہی وہ جذبہ صادقہ ہے جس نے مردہ دل اور مردہ قوم میں جان اور روح ڈالی ہے۔ اسلام اس امر کا بے حد تحفظ کرتا ہے اور اپنے پیروکاروں کو ایسے معتدل اور مستقیم راستہ پر ڈالتا ہے جس سے سماجی فساد خود بخود فنا ہو جائے۔ چناچہ ایک جنگ کا واقعہ ہے کہ ایک زخمی مجاہد کو جب پیاس کے غلبہ پر پانی کا پیالہ پیش کیا گیا اور اس مرد مجاہد نے ہونٹوں سے لگاتے ہی کسی دوسرے زخمی مجاہد کی کراہ اور پیاس کی آواز سنی تو ہونٹوں سے لگا ہوا پیالہ اپنے مجاہد بھائی کو پیش کر دیا۔ اس طرح پانی کا وہ پیالہ سات مجاہدین پر گردش کرتا ہوا جب پہلے مجاہد کے پاس پہنچا تو اس کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر چکی تھی۔ لیکن اتنی اہمیت کے باوجود تحفظات کے سرکش عناصر کا قلع قمع بھی کرتا ہے۔ ایثار و قربانی کے جذبے ہی کے تحت انسان ایک دوسرے کے قریب ہوتا ہے۔ اسلامی تاریخ ایثار و قربانی کی داستان حقیقی سے لبریز ہے۔

اسلامی شعار کا تحفظ: اسلام اپنے شعائر کا تحفظ چاہتا ہے اور جن باتوں میں اس کا کسی سے اشتراک نہیں ہے اس کو علی الاعلان اور وضاحت کے ساتھ برملا اظہار کرنے کا حکم بھی دیتا ہے۔ اسلام کا اپنا ایک الگ تشخص اور اپنی شناخت ہے جو غیروں سے اس کو اور اس کے پیروکاروں کو ممتاز کرتی ہے۔ اس ضمن میں اگر گہری نظر سے تاریخ و سیر کا مطالعہ کیا جائے تو واضح ابواب ملتے ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "تم اپنے عماموں کے نیچے ٹوپی پہنو تاکہ غیروں سے ممتاز ہو جائے"۔ (مشکوٰۃ شریف) دوسرا امتیاز فرمایا کہ "تم سحری کھاؤ تاکہ غیروں سے امتیاز بھی حاصل ہو اور روزہ پر تقویت بھی ملے"۔ (مشکوٰۃ شریف) یہ بظاہر معمولی بات ہے مگر تشخصات کی حفاظت کے لئے وہ سارے امور لازمی حد تک اپنائے جانے کا حکم دیا گیا تاکہ اسلامی اقدار اور تشخص مجروح نہ ہونے پائیں، وضع قطع، چال چلن، گفتگو، رکھ رکھاؤ، رہن سہن، کھانا پینا، اٹھنا بیٹھنا، لین دین، شادی بیاہ، میل میلاپ اور تشخص و جماعت ہر جگہ اور ہر حال و لحاظ میں اسلامی شعائر کا تحفظ کیا جائے اور اسی کو اپنایا جائے۔ غیر اسلامی شعائر اور طور طریقے اپنانے سے اپنے شعائر کی توہین ہوتی ہے۔ چنانچہ اسلامی اقدار کی یہ روایات جب تک مسلمان میں زندہ تھیں اس وقت تک اسلام تیزی سے پھیل رہا تھا اور جب یہ اقدار مجروح ہوئیں اس وقت سے اسلام کی توسیع متاثر ہوگئی۔ اسلام اس کی بھی اجازت نہیں دیتا کہ اپنے تشخصات و شعائر کے ساتھ ساتھ غیروں کا کوئی شعار یا ان کا کوئی کردار اپنایا جائے، بلکہ سختی سے اس کی تردید کرتا ہے اور بعض حالات میں تو خارج اسلام ہونے کا حکم بھی دیتا ہے۔ مثلاً ایک مسلمان تمام اسلامی روایات اور اقدار کو بجالانے کے ساتھ ساتھ اگر کسی چرچ میں مریم کی تصویر کو سجدہ کرتا یا کسی مندر میں جاکر گھنٹہ بجاتا ہے تو اسلام اس عمل کو سخت ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتے ہوئے ایسے افراد کو اسلامی حدود سے خارج کر دیتا ہے۔

مصنوعی یا دکھاوے کا عمل: ایسے افعال واعمال کو اسلام منافقت قرار دیتا ہے۔ کیونکہ اسلام کی نگاہ میں ہر ایسا عمل جو داخل کے مطابق ہو وہی قابلِ قبول ہے۔ اگر خارج کا کردار داخل کے کردار سے میل نہیں کھاتا تو ایسے تمام اعمال کو عمل کے زمرے سے خارج کر دیتا ہے۔ چونکہ خارج ہی داخلی محرکات کا آئینہ ہوتا ہے۔ خود اسلام کا نقطۂ نظر اس کو قرآن مجید میں واضح کرتا ہے:،،اے ایمان والو! جو تم کرتے نہیں ہو اس کو کیوں کہتے ہو؟،، یہ بات اللہ رب العزت کے نزدیک سخت ناپسندیدہ ہے کہ وہ کہو جو نہیں کرتے ہو۔ کسی بھی سیاسی منظر نامے میں یہ فکر ایک چیلنج کی شکل میں سوالیہ نشان بنی ہوئی ہے۔ فرد سے لے کر انجمن تک، داخل سے لے کر خارج تک، مذہب سے لے کر سیاست تک، عبادت سے لے کر تجارت تک ہر جگہ اسلام اس حقیقت کو ایک حتمی شکل دیتا ہے اور عملی جامہ پہناتا ہے۔ اسلام کے نزدیک وہ عمل قابلِ قبول ہے جو داخل کی ترجمانی کرتا ہو، ورنہ بصورتِ دیگر ایسے ہر عمل کو قابلِ جزا نہیں قرار دیتا بلکہ اس کو ضائع کر دیتا ہے اور بعض صورتوں میں سزا کی وعید بھی سناتا ہے تاکہ اسلامی اصلاح سبوتاژ ہونے سے محفوظ ہو جائے۔ یہ چند گوشے تھے جن کو سرسری طور پر آپ کے سامنے پیش کیا گیا ہے۔ ابھی ایک دفتر وسیع ہے اگر مسلمان اس کو سمجھے اور عمل کرے تو نہ صرف اللہ رب العزت کے حضور خود کو سرخرو کرے گا بلکہ خود کو مطمئن بھی۔ مگر یہ بات ذہن میں رہے کہ اس تحریر کے جتنے بھی مشمولات پیش کیے گئے ہیں وہ صرف اور صرف اسلامی اقدار اور مسلمان کے آئینے میں ہیں۔ ■■■

شعاعیں

جوئے (Gambling) کی رائج صورتوں کی تباہ کاریاں اور ان کے احکامات

مفتی محمد اشرف رضا علیمی

جدید ٹیکنالوجی اور نت نئے ایجادات نے انسانی زندگی کو بے شمار سہولتیں فراہم کی ہیں۔ ہاں! ان سہولتوں سے نفع اور نقصان اٹھانا انسان کے اپنے طریقہ استعمال پر منحصر ہے، اس لیے کہ بے شمار ایجادات ایسے ہیں جن کے ذریعہ دعوت و تبلیغ اور اجر و ثواب کا کام بحسن و خوبی انجام دیا جاسکتا ہے۔ دوسری طرف ایسے ڈیجیٹل وسائل بھی ہیں جن کے ذریعہ بآسانی انسان گناہوں کی نحوست کا شکار ہو سکتا ہے۔ اس جدید ٹیکنالوجی کے دور میں جوا بھی مختلف نئی نئی شکلوں اور صورتوں میں نسلِ نو کو اپنے خونخوار پنجوں میں جکڑے ہوئے ہے۔ اپنے شیدائیوں کے لیے دنیا و آخرت کی تباہی اور بربادی کا ضامن بنا ہوا ہے۔

شروعات میں کچھ سٹہ باز اور جواری تفریح طبع کے طور پر یوں ہی جوا کے خطرناک دلدل میں ہاتھ ڈال دیتے ہیں، نتیجتاً! آہستہ آہستہ اپنے ہاتھوں کھودی ہوئی دلدل میں جواری دھنستا چلا جاتا ہے، اور یوں وہ زندگی جینے کی شرافت اور عظمت کا سودا کر بیٹھتا ہے، حتی کہ تباہی و بربادی مقدر بن جاتی ہے۔ اگر کسی جواری کو کچھ مال و دولت، روپیہ پیسہ ہاتھ لگ بھی جائے تو وہ خالص حرام، اور ضائع ہو جائے تو گناہ کے ساتھ خسارہ بھی، باعثِ ذلت رسوائی الگ سے، بہر صورت جوا خسارے کا سودا ہے۔

جوا کی تعریف: جوا اس عقد کو کہتے ہیں جس میں دو طرفہ شرط ہو اور ہارنے کی صورت میں اپنی رقم کے ڈوبنے کا خطرہ ہو اور جیتنے کی صورت میں دوسرے کا مال ملنے کی امید ہو۔ در مختار اور رد المحتار میں ہے:

(حل الجعل)... (إن شرط المال) في المسابقة (من جانب واحد وحرم لو شرط) فيها (من الجانبين)؛ لأنه يصير قمارًا (إلا إذا أدخلا ثالثًا) محللاً (بينهما) ملخصاً.

یعنی انعام حلال ہے، اگر شرط ایک جانب سے ہو اور اگر جانبین سے شرط ہو تو حرام ہے، کیونکہ اس وقت یہ جوا ہو جائے گا، ہاں جب وہ اپنے درمیان کسی حلال کرنے والے کو داخل کرلیں تو جائز ہوگا۔

حضرت میر سید شریف جرجانی رحمہ اللہ جوئے کی تعریف میں تحریر فرماتے ہیں:

كل لعب يشترط فيه غالبًا من المتغالبين شيء من المغلوب. (معجم التعريفات، ص:150)

یعنی ہر وہ کھیل جس میں یہ شرط ہو کہ مغلوب (یعنی ناکام ہونے والے) کی کوئی چیز غالب (یعنی کامیاب ہونے والے) کو دی جائے گی۔

مذمتِ جوا در قرآن و حدیث: فرمان باری تعالیٰ ہے:

"تم سے شراب اور جوئے کا حکم پوچھتے ہیں، تم فرمادو کہ ان دونوں میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے کچھ دنیوی نفع بھی اور ان کا گناہ ان کے نفع سے بڑا ہے"۔ (پ3، سورۃ البقرۃ، آیت:219)

شراب اور جوا کے کچھ دنیاوی منفعت ہیں: شراب نوشی سے کچھ لمحہ کے لیے لطف و سرور اور جوا سے کبھی کبھی مال مفت ہاتھ لگتا ہے مگر نقصانات اور گناہوں کا کوئی شمار نہیں: عقل و شعور کا زوال، غیرت و حمیت کا فقدان، بغض و عداوت کا شکار، عبادت و ریاضت میں تساہلی نیز تضییع اوقات و اموال کا باعث ہے۔

ایک دوسرے مقام پر اللہ تبارک و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اے ایمان والو! شراب اور جوا اور بت اور پانسے ناپاک ہی ہیں شیطانی کام تو ان سے بچتے رہنا کہ تم فلاح پاؤ۔ (پ7، سورۃ المائدۃ، آیت:90)

احادیث طیبہ میں متعدد جگہوں پر جوئے کی شدید مذمت بیان کی گئی ہے چنانچہ جوئے کے ایک کھیل کے بارے میں حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"جس نے نردشیر (جوئے کا ایک کھیل) کھیلا تو گویا اس نے اپنا ہاتھ خنزیر کے گوشت اور خون میں ڈبو دیا۔ (مسلم شریف)۔

ایک دوسری حدیث میں ہے:

وَمَنْ قَالَ لِصَاحِبِهِ تَعَالَ أُقَامِرْكَ فَلْيَتَصَدَّقْ.

جو شخص اپنے ساتھی سے یہ کہے کہ آؤ جوا کھیلیں تو اسے چاہئے کہ (بطور کفارہ) صدقہ دے۔ (بخاری شریف)

یعنی جوا کھیلنا تو درکنار، جوا کھیلنے کی دعوت دینے والا صدقہ

دے تاکہ اس کے ارادے کا کفارہ ہوجائے۔

جوئے کی چند رائج صورتیں: جوئے کی کچھ صورتیں بالکل واضح اور عیاں ہیں جن کی حرمت سے عوام وخواص سب آشنا ہوتے ہیں، بلکہ جسے توفیقِ خداوندی حاصل ہوتی ہے وہ اجتناب بھی کرتے ہیں۔ اس کے برعکس موجودہ زمانے میں جبکہ سٹہ بازی، شرط بازی اور جوا بازی عروج پر ہے جس کو بروئے کار لانے کے لیے نئے نئے طریقے ایجاد کیے جاچکے ہیں، تو ایک سادہ لوح انسان جوئے کی پُرکشش اور دل نشیں صورتوں کے دام فریب میں آجاتا ہے، اور اپنی لاعلمی اور ناآشنائی کی وجہ سے جوا جیسا کبیرہ گناہ کا مرتکب ہوجاتا ہے، بریں بنا جوا کے جدید طریقوں کی وضاحت ضروری ہے فانتظروا۔

مزید برآں جوا کے کچھ طریقے بالکل شائع اور ذائع ہیں جن کا ارتکاب انسان چلتے پھرتے یا باتوں باتوں میں کر بیٹھتا ہے۔ جیسے دوڑ بھاگ یا کھانے پینے کی چیزوں میں مثلا: کوئی دعویٰ کرے کہ میں ایک کلو لڈّو ایک بیٹھک میں کھا جاؤں گا، یا ایک کپ گرم چائے یا ایک بوتل کولڈ ڈرنک ایک سانس میں پی لوں گا، اگر نہیں پی پایا تو میں آپ کو ایک ہزار دوں گا اور پی گیا تو آپ مجھے ایک ہزار دو گے۔ اسی طرح کرکٹ، فٹبال اور والی وال اور دیگر کھیلوں میں بھی ایسا ہوتا ہے کہ فلاں ٹیم جیت گئی تو آپ مجھے پیسہ دو گے اور ہار گئی تو میں دوں گا۔ یہ سب جوا میں شامل ہے اس لیے کہ شرط جیتنے کی صورت میں دوسرے کا مال ملنے اور ہارنے کی صورت میں اپنا مال جانے کا خطرہ ہے۔

کبھی کبھی جانوروں کی مقابلہ آرائی کی جاتی ہے اس شرط کے ساتھ کہ اگر میرا جانور جیتا تو آپ مجھے پیسہ یا سامان دو گے اور اگر آپ کا جانور جیتا اور میرا ہار گیا تو میں دوں گا۔ یہ بھی جوا کی ایک صورت ہے۔ اور جانوروں کا آپس میں لڑانا یہ ایک الگ جرم اور گناہ ہے۔

لاٹری: بعض دوکانوں پر ایک خاص قسم کی لاٹری بیچی جاتی ہے یہ ایک ٹکٹ کی شکل میں ہوتی ہے، آن لائن بھی بیچی اور خریدی جاتی ہے، اس صورت میں خریدار کا کبھی کبھی اپنا پورا پیسہ ڈوب جاتا ہے، کبھی تھوڑا یا زیادہ مل جاتا ہے۔ یہ بھی جوا کی ایک قسم ہے۔

ڈریم الیون: اس میں فیس لگاکر ٹیم بنائی جاتی ہے پھر اگر آپ کی بنائی ہوئی ٹیم اچھا کھیلتی ہے تو ٹیم کی کارکردگی کے مطابق آپ کو پیسہ ملتا ہے ورنہ اپنا پیسہ بھی ڈوب جاتا ہے۔ یہ بھی جوا کی ایک صورت ہے۔

مائی الیون سرکل: اس میں بھی ڈریم الیون کی طرح ٹیم بنانے کے لیے پہلے پیسہ ادا کرنا ہوتا ہے۔ اپنی ٹیم اچھا کرے تو نفع ورنہ نقصان، لہٰذا حکم وہی ہوگا جو ڈریم الیون کا ہے۔

آن لائن لوڈو گیم: مختلف ناموں سے کئی لوڈو گیمز پلے اسٹور پر موجود ہیں جس میں پیسہ لگا بھی کر کھیلا جاتا ہے، جیتنے کی صورت میں دوسرے کا پیسہ ملتا ہے اور ہارنے کی صورت میں اپنا ضائع ہوتا ہے۔ اس واسطے یہ بھی جوا کے زمرے میں شامل ہوگا۔

A23 Rummy, Rummy circle, Junglee Rummy etc.

ان سب میں تاش کے پتوں کا گیم ہوتا ہے جسے آن لائن کھیلا جاتا ہے۔ اس میں بھی پیسہ لگا کر کھیلا جاتا ہے۔ مغلوب ہونے کی صورت میں اپنا پیسہ ڈوب جانے اور غالب ہونے کی صورت میں مغلوب کا پیسہ ملتا ہے۔ اس لیے یہ صورت بھی جوا میں شامل ہوگی۔

کلر ٹریڈنگ گیم: کلر ٹریڈنگ گیم یا کلر پریڈکشن گیم (Colour Prediction Game) کے تحت کئی پلیٹ فارم ہیں جس میں پیسہ لگا کر رنگوں کی پیشن گوئی کرنی ہوتی ہے، اگر آپ کی پیشن گوئی صحیح ثابت ہوئی تو تقریبًا ڈبل مل جاتا ہے اگر غلط ثابت ہوئی تو پورا پیسہ ڈوب جاتا ہے۔ یہ بھی جوا کے زمرے میں شامل ہوگا۔

مذکورہ بالا سطروں میں نوجوانوں کے مابین معروف ومشہور جوا کی چند صورتیں مذکور ہیں۔ اس کے ماسوا جو بھی صورتیں معرضِ وجود میں آچکی ہیں یا آئیں گی، اگر مذکورہ طرز پر ہوگا تو وہ بھی جوا کے زمرے میں شامل ہوگا۔

جوا کی کمائی کا حکم: اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: "سود اور چوری اور غصب اور جوئے کا روپیہ قطعی حرام ہے۔" (فتاویٰ رضویہ، ج:19)

لہٰذا فعلِ جوا کے مرتکبین کے حضور التماس ہے کہ اگر آپ نے جوا جیسا عظیم جرم کا ارتکاب کر لیا ہے تو بارگاہِ خداوندی میں صدق دل سے توبہ کیجئے، ہمیشہ اس سے بچتے رہنے کا عزم مصمم کریں۔ جوا سے جمع شدہ مال کو صاحبِ مال کے حوالے کر دیں، اگر وہ نہ ملے تو ان کے ورثہ کے سپرد کر دیں، اگر وہ بھی نہ ملیں تو حاصل شدہ تمام رقوم اور اموال کو فقرا میں تقسیم کر دیں۔ اللہ عزوجل ہم سب کو مالِ حرام سے بچنے اور رزقِ حلال کمانے کی توفیق ورفیق عطا فرمائے۔

■■■

شعاعیں

اسلامی نظامِ معیشت کے بنیادی خدوخال

پروفیسر ڈاکٹر حسین محی الدین قادری

جب ہم اسلامی معیشت (Economics) کی بات کرتے ہیں تو اس سے مراد معیشت کے حوالے سے حضور نبی اکرم ﷺ کی تعلیمات ہیں۔ اسلامی معیشت سے مراد کوئی ایسی Product نہیں ہے جسے ہاتھ میں پکڑ لیں اور کہیں یہ اسلامی معیشت ہے بلکہ یہ ایک life style کا نام ہے۔ اسلامک بنکنگ اینڈ فنانس سے تعلق رکھنے والے بنکس کچھ ٹولز، ٹیکنیکس اور پروڈکٹس متعارف کرانے کے بعد سمجھتے ہیں کہ شاید انہوں نے اسلامک اکنامکس اختیار کر لی ہے جبکہ ایسا نہیں ہے۔ اسلامک اکنامکس ایک سوچ اور نظریے کا نام ہے۔ یہ ہماری کاروباری زندگی کے بدلنے کا نام ہے۔ اس میں ہمارا thinking process، سوچنے کا انداز، ملازمین اور خریداران کے ساتھ رویہ و برتاؤ اور معاشرے میں ہمارے اخراجات کا مزاج بدل جاتا ہے۔

اسلامی نظامِ معیشت کی بنیادی تعلیمات:

اسلامی نظامِ معیشت کی بنیادی تعلیمات درج ذیل ہیں:

1۔ اسلامی نظامِ معیشت کا آغاز درحقیقت نیت سے ہوتا ہے۔ سب سے پہلے یہ دیکھا جاتا ہے کہ انسان کی نیت کیا ہے اور وہ چاہتا کیا ہے؟ کیا وہ قانون کے ساتھ کھیلنا چاہتا ہے یا وہ حقیقی طور پر اسلام کی تعلیمات کے مطابق زندگی گزارنا چاہتا ہے؟

2۔ اسلامی نظامِ معیشت ہمیں تعلیم دیتا ہے کہ اپنی لامحدود خواہشات کو محدود کیسے کرنا ہے؟ جب انسان مسلسل اپنی خواہشات کو محدود کرتا چلا جائے گا تو خود بخود معاشرے کے اندر موجود وسائل اس کے لیے لامحدود ہو جائیں گے۔

3۔ اسلامی نظامِ معیشت میں تجارت سے مال کمانے کا حکم تو ہے مگر کسی کا مال ناجائز طریقے سے غصب نہ کرنے یا لوگوں کی مجبوری سے فائدہ اٹھا کر intrest کے ذریعے پیسے کمانے کی ممانعت ہے۔ حکم یہ ہے کہ ایسی تجارت اور کاروبار کرو جس سے ملکی معیشت کو فائدہ ہو اور لوگوں کو روزگار میسر آئے۔

4۔ اسلامی نظامِ معیشت کی ایک بنیادی خوبی کسبِ حلال ہے۔

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا گیا:

أيُّ الكسبِ أطيَبُ قال: عملُ الرَّجلِ بيدِه وكلُّ بيعٍ مبرورٍ. (احمد بن حنبل، المسند، ج:4، ص:141، الرقم:17304)

"کس طرح کی کمائی بہترین ہے؟ آقا علیہ السلام نے فرمایا: کسی شخص کے اپنے ہاتھ سے کیا ہوا کام اور جائز قرار دیئے گئے کاروبار میں کوئی بھی لین دین یہ سب سے بہترین کمائی ہے۔"

5۔ دوسروں سے تلخی اور سختی سے پیش آنے کی ممانعت بھی اسلامی نظامِ معیشت کی ایک بنیادی تعلیم ہے۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

رَحِمَ اللهُ عَبداً سَمْحًا إذا باع، سَمْحًا إذا اشترى، سَمْحًا إذا اقتضى.

(ابن ماجہ، السنن، کتاب التجارات، ج:2، ص:742، الرقم:2203)

"اللہ ایسے شخص پر اپنی رحمت نازل فرمائے جو جب کچھ خریدتا ہے تو نرمی کرتا ہے، جب کچھ بیچتا ہے تو نرمی کرتا ہے اور کسی سے ادائیگی کا مطالبہ کرتا ہے تو بھی نرمی اختیار کرتا ہے۔"

یعنی کسی کی جان پر سوار نہیں ہو جاتا کہ مجھے ہر صورت ادائیگی

کرو۔ اللہ کی رحمت کا مستحق وہ بندہ بنتا ہے جس نے اگر کسی سے کچھ وصول کرنا ہے تو پہلے اس کی مجبوری کو دیکھتا ہے۔ اس فرمان کی روشنی میں ہم اپنے کاروباری رویے خود دیکھ سکتے ہیں۔

6۔ تجارت اور کسبِ حلال کے دوران خوفِ خدا، بھلائی اور سچائی کو بھی اسلامی نظامِ معیشت میں بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ التُّجَّارَ يُبعَثُونَ يومَ القِيامَةِ فُجَّارًا، إِلَّا مَن اتَّقَى اللّٰهَ وَبَرَّ وَصَدَقَ.

(ابن ماجہ، السنن، کتاب التجارات، ج:2، ص:726، الرقم:2146)

"بلاشبہ روز قیامت تاجروں کو گناہگاروں کے ساتھ اٹھایا جائے گا۔ ماسوائے ایسے تاجر کے جو اللہ کا خوف رکھتا ہے، دوسروں سے بھلائی کرتا ہے اور سچ بولتا ہے۔"

اس سچ بولنے میں بہت سارے عوامل شامل ہیں۔ جب ہم تشہیری مہم (advertisement design) چلاتے ہیں تو کیا واقعی اس advertisement کے اندر خوبیاں اور خامیاں مدنظر رکھتے ہیں؟ کیا اپنے خریدار پر ہم واضح کردیتے ہیں کہ ہمارے پروڈکٹ کی اہلیت کیا ہے اور اس سے بہتر بھی کچھ میسر ہے مگر ہم آپ کو سستا دے رہے ہیں۔ علاوہ ازیں ہم بیچتے ہوئے اللہ کی قسم بھی اٹھاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس شخص پر لعنت فرمائی ہے جو اپنے تجارتی لین دین میں سامان فروخت کرنے کے لیے خدا کی قسم کھائے۔ ہمارے ہاں تو یہ معمول ہے کہ دکاندار آسانی سے کہہ دیتا ہے کہ اتنا تو مجھے نہیں بچتا، اس سے زیادہ تو میری لاگت ہے اور پھر اس پر بے خوفی کے ساتھ قسم بھی کھالیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے شخص پر لعنت بھیجی ہے کہ جو اپنے تھوڑے سے منافع کے لیے اللہ کا نام استعمال کرنے سے گریز نہیں کرتا۔

ان ہی تعلیمات کی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ اسلامی معیشت چند پروڈکٹ کا نام نہیں بلکہ ان مذکورہ اوصاف کی بناء پر ایک نظامِ حیات کا نام ہے۔

7۔ اسلامی نظامِ معیشت کی ایک اہم خوبی دوسروں کے آگے ہاتھ پھیلانے کی ممانعت کی صورت میں ہے۔ اس اہم خوبی کی ہمیں انفرادی و اجتماعی ہر دو سطح پر اشد ضرورت ہے۔ آقا علیہ السلام نے فرمایا:

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ أَنَّ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ كَانَتْ بِهِ حَاجَةٌ فَقَالَ لَهُ أَهْلُهُ ائْتِ النَّبِيَّ ﷺ فَاسْأَلْهُ فَأَتَاهُ وَهُوَ يَخْطُبُ وَهُوَ يَقُولُ مَنْ اسْتَعَفَّ أَعَفَّهُ اللّٰهُ وَمَنْ اسْتَغْنَى أَغْنَاهُ اللّٰهُ وَمَنْ سَأَلَنَا فَوَجَدْنَا لَهُ أَعْطَيْنَاهُ قَالَ فَذَهَبَ وَلَمْ يَسْأَلْ. (احمد بن حنبل، المسند، ج:3، ص:3، الرقم:11002)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک انصاری آدمی کو ضرورت مندی نے آگھیرا، اس کے اہل خانہ نے اس سے کہا کہ جا کر حضور نبی اکرم ﷺ سے امداد کی درخواست کرو، چنانچہ وہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت آپ ﷺ خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمارہے تھے کہ جو شخص عفت طلب کرتا ہے، اللہ اسے عفت عطا فرما دیتا ہے، جو اللہ سے غنا طلب کرتا ہے، اللہ اسے غنا عطا فرما دیتا ہے اور جو شخص ہم سے کچھ مانگے اور ہمارے پاس موجود بھی ہو تو ہم اسے دے دیں گے، یہ سن کر وہ آدمی واپس چلا گیا، اس نے نبی ﷺ سے کچھ نہ مانگا۔

گویا اگر کوئی پاکدامنی چاہے یعنی قرض سے ہمیشہ آزاد رہنا چاہے اور اللہ رب العزت سے قرض سے پاکدامنی طلب کرے تو اس کو چاہیے کہ خود مختاری کی زندگی اللہ سے طلب کرے اور کسی کے آگے ہاتھ نہ پھیلائے۔

ایک اور مقام پر آپ ﷺ نے فرمایا:

مَن نَزَلَتْ به فَاقَةٌ، فأَنْزَلَها بالنَّاسِ، لَم تُسدَّ فاقتُه، و مَن نَزَلَتْ به فاقةٌ، فأنزلَها باللهِ، فيُوشِكُ اللهُ له برزقٍ عاجلٍ، أو آجلٍ. (ترمذی، السنن، کتاب الزھد، 4:563، الرقم:2326)

جس پر غربت آتی ہے اور وہ اپنی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلانا شروع کردیتا ہے، اللہ تعالیٰ کبھی اس کی ضرورت مندی ختم نہیں کرتا۔ اور جس پر غربت آتی ہے وہ اپنی ضرورتوں کے لیے اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے تو اللہ جلد یا بدیر اسے روزی دے دیتا ہے۔

اس کا اطلاق ممالک پر بھی کرلیں کہ جب کوئی ملک اپنی ضرورت کی خاطر بے دریغ ہاتھ پھیلانا شروع کردیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے ہمیشہ محتاج رکھتا ہے اور جو خود مختاری، حیا اور عزت کے ساتھ اپنی ضرورت کو چھپاتا ہے اور صرف اللہ سے مانگتا ہے تو اللہ تعالیٰ ہمیشہ اس کو بے نیاز رکھتا ہے اور اس کی مدد اپنی راہ سے کرتا ہے۔

افسوس کہ ہم اللہ کے عطا کردہ نظامِ معیشت کی پیروی نہیں کرتے۔ ہمارے ملک کے حکمرانوں نے اپنے ہاتھ ہر ایک کے آگے

پھیلائے، دربدر ہر کسی سے مانگتے پھرتے ہیں، یہاں تک کہ ہمارا ملک کا مذاق بن گیا ہے۔ مانگنے کا یہ wishes circle اس لیے کبھی ختم نہیں ہوگا کہ ہر کوئی ملکی خود مختاری کی بات کرتا ہے، قرض نہ لینے کے وعدہ کرتا ہے مگر آج تک کسی نے بھی اس سلسلہ کو روکنے کے لیے واضح اقدامات نہیں اٹھائے۔ ہر کوئی اپنا دورِ حکومت آرام سے اور بغیر مشقت و تکلیف کے گزارنا چاہتا ہے۔

مواخاتِ مدینہ کے وقت آقا علیہ السلام نے مہاجرین اور انصار کو آپس میں بھائی بھائی بنادیا کہ انصار مہاجر بھائیوں کی ضروریات کا خیال رکھیں۔ آقا علیہ السلام نے حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کا بھائی چارہ حضرت سعد بن الربیع الانصاری کے ساتھ قائم فرمایا۔ حضرت سعد بن الربیع الانصاری نے اپنی ملکیت کا آدھا حصہ حضرت عبدالرحمن بن عوف کی خدمت میں پیش کردیا۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف نے فرمایا کہ:

بارك الله لك في أهلك ومالك دلني على السوق.

(بخاری، الصحیح، کتاب فضائل الصحابہ، 1432:3، الرقم:3722)

اللہ تعالیٰ تمھارے اہل و عیال اور مال میں برکت فرمائے۔ مجھے تمھارا مال نہیں چاہیے مجھے صرف بازار کا راستہ بتادیں۔ آپ بازار تشریف لے گئے اور کاروبار شروع کیا۔ چند دنوں کے بعد اللہ رب العزت نے آپ پر اتنی رحمت فرمائی کہ مواخات کے اس رشتے میں بندھے تمام صحابہ سے زیادہ اللہ تعالیٰ نے انھیں مالدار بنادیا۔

ایسا کس طرح ہوا؟ اس لیے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے اس مدد کے راستے کو اپنے اوپر نہیں کھولا بلکہ تجارت کے راستے کو اختیار کیا۔ آقا علیہ السلام نے فرمایا:

فإن الرزق عشرون بابا تسعة عشر منها للتاجر وباب واحد للصانع. (الھندی، کنز العمال، 53:4، الرقم:9874)

”رزق کے بیس دروازے ہیں جن میں سے انیس دروازے تاجر کے لیے ہیں اور ایک دروازہ صنعتکار کے لیے ہے۔“

پس جب بھی کوئی تجارت اختیار کرتا ہے اور دوسروں سے مانگنے کا راستہ اپنے اوپر نہیں کھولتا تو اللہ رب العزت اس کے لیے رزق کے کئی دروازے کھول دیتا ہے۔

8۔ قناعت بھی اسلامی نظامِ معیشت کے بنیادی عنصر میں شامل ہے۔ کیا ہم مال کی تلاش میں اپنے آپ کو دیوانہ کرلیں یا اسلام ہم سے کچھ اور تقاضا کرتا ہے؟ آقا علیہ السلام نے فرمایا:

قَدْ أَفْلَحَ مَنْ أَسْلَمَ، وَرُزِقَ كَفَافًا، وَقَنَّعَهُ اللهُ بما آتاهُ. (مسلم، الصحیح، کتاب الزکاۃ، 730:2، الرقم:1054)

کامیاب آدمی وہ ہے جس نے اسلام قبول کیا اور اس کی ضرورت کے مطابق اسے رزق دیا گیا اور اللہ نے اسے جو بھی عطا فرمایا ہے اس پر وہ قناعت کرنے والا تھا۔

اس حدیث مبارک میں ضرورت کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ گویا وہ ہل من مزید کی آگ میں نہیں جلتا۔ اللہ نے اسے جتنا دیا ہے، اس کی ضرورت کے لیے کافی ہے، وہ اس پر مطمئن ہو گیا اور اس سے زائد وہ لوگوں میں تقسیم کردیتا ہے۔ یعنی خیرات کرنے والا ہوجاتا ہے۔

9۔ قناعت کے ساتھ اخراجات میں اعتدال کرنا بھی اسلامی نظامِ معیشت کے بنیادی خدوخال میں شامل ہے۔ اخراجات میں اعتدال کا اطلاق ملکی سطح پر بھی ہوتا ہے اور ذاتی سطح پر بھی۔ اعتدال کا مطلب over expenditure ختم کردینا اور فضول خرچی روک دینا ہے۔ اس حوالے سے آقا علیہ السلام کا ارشاد مبارک ہے:

الاِقْتِصَادُ فِي النَّفَقَةِ نِصْفُ الْمَعِيشَةِ.

(الطبرانی، المعجم الاوسط، 25:7، الرقم:6744)

”خرچ میں میانہ روی آدھی معیشت ہے۔“

ایک اور مقام پر فرمایا:

مَا عَالَ مَنِ اقْتَصِدَ.

(الطبرانی، المعجم الکبیر، 108:10، الرقم:10118)

”اعتدال کی راہ اپنانے والا کبھی بھی غربت کا شکار نہیں ہوتا۔“

انفرادی اور اجتماعی کسی بھی سطح پر جب بھی اعتدال اور میانہ روی کا راستہ اختیار کیا جائے گا، خوشحالی مقدر بنے گی۔ اپنے ہمسایہ ملک ایران کو دیکھ لیجئے کہ وہ کتنی پابندیوں میں سے گزرا ہے لیکن انھوں نے اپنے سرکاری اخراجات کو توازن اور کنٹرول میں رکھا ہے، ان کے نظام اور عوام دونوں میں ناجائز تعیشات و آسائشات نہیں ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اتنا طویل عرصہ پابندیوں کے باوجود بھی وہ survive کرگئے ہیں اور آج بھی ترقی کی نئی راہیں اور منزلیں تلاش کرتے جارہے ہیں۔ اس کے برعکس ہماری صورتحال یہ ہے کہ

قرض کی پیتے تھے مے لیکن سمجھتے تھے کہ ہاں
رنگ لاوے گی ہماری فاقہ مستی ایک دن

ہم نے گذشتہ ستر پچھتر سال کے اندر جھولی پھیلا پھیلا کر پوری دنیا سے بے دریغ قرض لیا اور اسے بادشاہوں کی طرح اڑایا ہے۔ نتیجتاً ملک میں ہر طرف غربت و افلاس ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ نہ کرنے اور دنیوی آقاؤں پر اپنا بھروسہ قائم کرنے کے سبب مفلسی نے ہمیں گھیر لیا ہے۔

10۔ غربا، مساکین، اور مفلوک الحال لوگوں کی ضرورتوں کو پورا کرنا بھی اسلامی نظامِ معیشت کا طرہ امتیاز ہے۔ آقا علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر اپنی تکلیف اور مفلسی کو دور کرنا چاہتے ہو تو اپنے غریبوں کی پرواہ کرو۔ ایک صحابی کو اللہ تعالیٰ نے بہت مال دیا تھا، وہ سمجھتے کہ نہ جانے کون سی ادا پسند ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اتنا مال عطا فرما رکھا ہے۔ آقا علیہ السلام نے انھیں متوجہ فرمایا کہ:

هَل تُنْصَرونَ وتُرْزَقُونَ إلاَّ بِضُعَفَائِكُم.

(بخاری، الصحیح، کتاب الجہاد والسیر، 3:1061، الرقم:2739)

اللہ تعالیٰ نے یہ جو تم پر کرم نوازی کی ہے، یہ ان غریبوں کی دعاؤں کے نتیجے میں کی ہے جن کی تم مدد کرتے ہو۔

آج ہمارے ملک کی صورتحال یہ ہے کہ یہاں ہر دور میں نچلا اور درمیانہ طبقہ (middle class & lower) ہی ہر طرح کی سہولیات سے محروم رہا اور اسی طبقات کی مشکلات میں اضافہ ہوا جبکہ اس کے برعکس اس ملک کی اشرافیہ تو ہمیشہ comfortable آرام و سکون سے رہی ہے اور ہر اگلے دور میں ہر اگلے سال میں پہلے سے زیادہ بہتر ہوتے چلے گئی ہے۔

اشرافیہ اور تاجر طبقہ سال میں ایک دو مرتبہ رمضان کے دوران یا زکوٰۃ کی ادائیگی کے وقت نچلے طبقات کو یاد رکھتا ہے، ان کے لیے دستر خوان بچھاتا ہے یا انھیں زکوٰۃ دیتا ہے۔ لیکن کیا یہ بھی سوچا ہے کہ ہمارے دستر خوان پر بیٹھ کر کھانا کھانے والا خود کفیل ہوجائے اور اگلے سال اس دستر خوان پر نظر نہ آئے۔ اس پر ہم غور اس لیے نہیں کرتے کیونکہ ہم لوگوں کی غربت کو اس طرح دور کرتے ہیں کہ یہ کلیتاً دور نہ ہو اور غربا ہمارے آگے ہمیشہ ہاتھ پھیلاتے رہیں۔ یہ سوچ اسلامک اکنامکس کے خلاف ہے۔ زکوٰۃ کی تقسیم کے حوالے سے بھی یہی حکم ہے کہ غربت کا کلیتاً خاتمہ ہوجائے۔ جیسا کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ زکوٰۃ اس طرح تقسیم کیا کرو کہ جو مانگنے والا ہے، وہ اغنیاء میں شامل ہوجائے اور دوبارہ مانگنے کی حالت میں نہ رہے بلکہ دینے کی پوزیشن میں آجائے۔ مثال کے طور پر اگر کوئی اپنی زکوٰۃ کے پیسے سے پانچ یا دس ہزار کا راشن 500 لوگوں کو لے کر دیتا ہے تو اس سے بہتر ہے کہ وہ 50 لوگوں کو چھوٹے کاروبار کھول دے تاکہ وہ پچاس لوگ اگلے سال زکوٰۃ لینے والوں میں شامل نہ ہوں۔ اسلامی نظام معیشت میں اس جانب توجہ مرکوز کرائی گئی۔

18 ہجری کا واقعہ ہے کہ مدینہ منورہ میں بہت سخت قحط آ گیا، لوگ بھوک سے مرنے لگے، بہت عرصہ بارش نہ ہوئی جس کے باعث قحط سالی ہوگئی، سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ریاست کے تمام وسائل لوگوں میں تقسیم فرمادیئے، بعد ازاں اللہ رب العزت کی بارگاہ سے موسلا دھار بارش ہوئی اور قحط سالی جاتی رہی۔ اس صورتحال پر امیر المومنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر اللہ رب العزت کی بارگاہ سے بارش نازل نہ ہوتی اور قحط کی صورتحال اسی طرح جاری رہتی تو میں کسی ایک غنی شخص کا گھر مدینہ میں نہ چھوڑتا کہ جب تک کسی غریب اور محتاج کو اس کے گھر میں داخل نہ کر دیتا اور اس کے مال میں شریک نہ کر دیتا۔ (البخاری، الادب المفرد، ص198، الرقم:562)

یعنی سرکاری طور پر میں ہر غنی کے مال میں محتاجوں کو شریک کر دیتا اور غریبوں کو اغنیاء کی پناہ میں دے دیتا۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے اسلامی نظام معیشت کے تناظر میں فرمایا کہ اپنی معیشت کو یوں تقسیم کرو کہ::

طَعامُ الرَّجُلِ يَكْفِي رَجُلَيْنِ، وطَعامُ رَجُلَيْنِ يَكْفِي أرْبَعَةً، وطَعامُ أرْبَعَةٍ يَكْفِي ثَمانِيَةً.

(مسلم، الصحیح، کتاب الاشربۃ، 4:1630، الرقم:2059)

ایک شخص کی خوراک دو لوگوں کے لیے کافی ہوجائے، دو کا کھانا چار کے لیے کافی ہوجائے اور چار کا کھانا آٹھ کے لیے کافی ہوجائے۔

مذکورہ روایات کا بغور جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی نظام معیشت در حقیقت ایک سوچ کا نام ہے جس کو ہم نے اختیار کرنا ہے۔ اسی سوچ کے اندر غمگساری، غریب پروری، لوگوں کی فلاح اور ویلفیئر، اپنی ضرورت سے زائد خرچ کر دینا اور میانہ روی اختیار کرنا ہے۔ اغنیا کو چاہیے کہ وہ اپنے پرتعیش (luxury) لائف سٹائل کو بھی اس حد تک محدود کر دیں کہ جس سے انسان ایک قابلِ عزت زندگی گزار سکتا ہے اور پھر باقی وسائل کے ساتھ ان کی مدد کر دی جائے جو لوگ زندگی کی بنیادی ضروریات سے بھی محروم ہیں۔ ■■■■■■

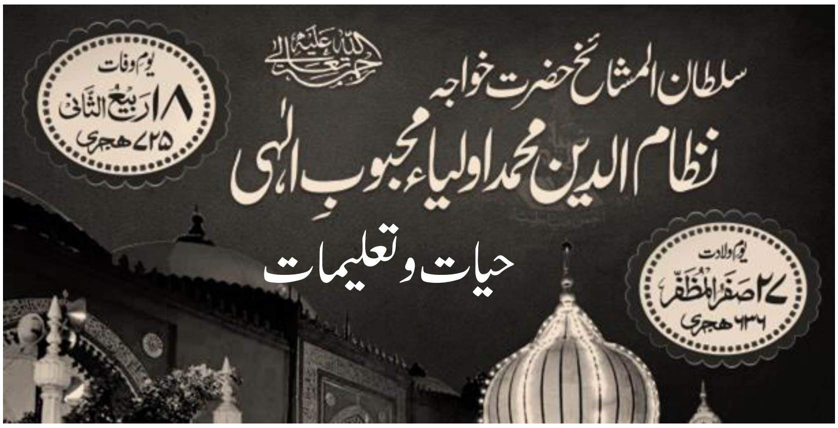

صاحب زادہ سید محمد فرحان نظامی

سلطان المشائخ محبوب الٰہی حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت شہر بدایوں میں 27 صفر 636 ہجری میں ہوئی۔ آپ کا اسم مبارک حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم مبارک کی مناسبت سے "محمد" رکھا گیا، مگر دنیا میں آپ نے اپنے القابات سے شہرت پائی۔

نظام الدین اولیا، محبوبِ الٰہی، سلطان المشائخ، سلطان الاولیا، تاج المقربین، بدر الملت والدّین، ملکِ الفقراء والمساکین سلطان العارفین، سلطان جی محبوبِ الٰہی وغیرہ ہیں۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نجیب الطرفین سادات میں سے ہیں۔ سلسلہ نسب پندرہ واسطوں سے حضرت علی رضی اللہ علیہ اور خاتون جنت حضرت بی بی فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنہا سے جا ملتا ہے۔ حضرت نظام الدین اولیا رحمۃ اللہ علیہ کے دادا سید علی بخاری اور ان کے چچا زاد بھائی حضرت سید عرب۔ آپ کے نانا دونوں بزرگ اپنے اپنے اہل وعیال کے ہمراہ بخارا سے ہجرت کرکے بدایوں میں آباد ہوئے تھے۔ آپ کے نانا سید عرب کی صاحب زادی سیدہ زلیخا آپ کی والدہ ماجدہ جو زہد و تقویٰ میں کمال درجہ رکھتی تھیں۔ عبادت گزار اور شب بیدار تھیں۔ انھیں اپنے وقت کی "رابعہ بصری" کہا جاتا تھا۔

آپ کے دادا سید علی بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے نانا سید عرب بخاری رحمۃ اللہ علیہ دونوں بزرگ اللہ کے برگزیدہ بندے تھے۔ دونوں بزرگوں نے باہمی مشورے سے اپنے خاندانی رشتے کو مضبوط کرتے ہوئے سید احمد علی کی شادی حضرت سیدہ زلیخا سے کر دی۔ ابھی حضرت نظام الدین اولیا محبوبِ الٰہی رحمۃ اللہ علیہ بمشکل پانچ برس کے ہوئے کہ والد کا انتقال ہو گیا، لیکن آپ کی نیک دل، پاک سیرت اور بلند ہمت والدہ حضرت بی بی زلیخا نے سوت کات کات کر اپنے یتیم بچے کی عمدہ پرورش کی۔ حضرت نظام الدین اولیا کی مادر گرامی بی بی زلیخا ایک امیرو کبیر بزرگ خواجہ عرب رحمۃ اللہ علیہ کی صاحبزادی تھیں، لیکن آپ نے اپنے والد کی دولت کے ذخائر کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا۔

انتہا یہ ہے کہ بیوگی کا لباس پہننے کے بعد اس دروازے کے جانب نگاہ نہ کی، جہاں آپ کا پورا بچپن اور جوانی کے ابتدائی چند سال گزرے تھے۔ آپ دن رات سوت کاتتیں اور پھر اسے ملازمہ کے ہاتھ بازار میں فروخت کرا دیتیں۔ اس طرح جو کچھ رقم حاصل ہوتی اس سے گزر اوقات کرتیں۔ یہ آمدنی اتنی قلیل ہوتی کہ معمولی غذا کے سوا کچھ ہاتھ نہ آتا۔ تنگ دستی کا یہ حال تھا کہ شدید محنت کے باوجود ہفتے میں ایک فاقہ ضرور ہو جاتا۔

جس دن فاقہ ہوتا اور نظام الدین اولیا رحمۃ اللہ علیہ مادر گرامی سے کھانا مانگتے تو بی بی زلیخا بڑے خوشگوار انداز میں فرماتیں بابا نظام! آج ہم سب اللہ کے مہمان ہیں، بی بی زلیخا کا بیان ہے کہ میں جس روز "سید محمد" سے یہ کہتی کہ آج ہم لوگ اللہ کے مہمان ہیں تو وہ بہت خوش ہوتے۔ سارا دن فاقے کی حالت میں گزر جاتا مگر وہ ایک بار بھی کھانے کی کوئی چیز طلب نہ کرتے اور اس طرح مطمئن رہتے کہ اللہ کی مہمانی کا سن کر انھیں دنیا کی ہر نعمت میسر آگئی ہو۔ پھر جب دوسرے روز کھانے کا انتظام ہو جاتا تو نظام الدین اولیا اپنی محترم والدہ کے حضور عرض کرتے، مادر گرامی اب ہم کس روز اللہ کے مہمان بنیں گے؟ والدہ محترمہ جواب دیتیں، بابا نظام! یہ تو اللہ کی مرضی پر منحصر ہے۔ وہ کسی کا محتاج نہیں۔ دنیا کی ہر شے اس کی دست نگر ہے۔ وہ جب بھی چاہے گا تمھیں اپنا مہمان بنا لے گا۔ آپ مادر گرامی کی زبان سے یہ وضاحت سن کر چند لمحوں کے لیے خاموش ہو جاتے اور پھر

نہایت سرشاری کے عالم میں یہ دعامانگتے: اے اللہ! تو اپنے بندوں کو روزانہ اپنا مہمان بنا۔

پانچ سال کی عمر میں یہ دعا یہ خواہش اور یہ آرزو! اہلِ دنیا کو یہ بات بڑی عجیب معلوم ہوگی، مگر وہ جنھیں اس کائنات کا حقیقی شعور بخشا گیا اور جن کے دل و دماغ کو کشادہ کر دیا گیا۔ وہ اس راز سے باخبر ہیں کیا ایسا کیوں ہوتا تھا اور حضرت نظام الدین اولیا رحمۃ اللہ علیہ انتہائی کم سنی کے عالم میں اللہ کے مہمان بننے کی آرزو کیوں کیا کرتے تھے۔

آپ پر اللہ کا فضل و کرم تھا، اس لیے آپ نے بہت جلد قرآن حفظ کر لیا۔ اس کے بعد آپ نے مولانا علاء الدین اصولی رحمۃ اللہ علیہ کے درس میں شرکت فرمائی۔ آپ کے استاد محترم نے آپ کے ذوق کو دیکھتے ہوئے آپ پر خصوصی توجہ دی۔ ابتدائی دینی تعلیم کے بعد فقہ حنفی کی مشہور کتاب ''قدوری'' ختم کی۔

حضرت بی بی زلیخا اپنے فرزند کی یہ بات سن کر بڑی خوش ہوئیں۔ پھر حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کا وہ یادگار دن بھی آیا جب آپ نے فقہ حنفی کی اس عظیم کتاب کو ختم کر لیا۔ اس کے بعد حضرت بی بی زلیخا رحمۃ اللہ علیہ نے کھانا تیار کرایا اور بدایوں کے جلیل القدر علما کو دعوت دی۔ جب بدایوں کے ممتاز جلیل القدر علما جمع ہو چکے تو مولانا علاء الدین اصولی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شاگرد کے سر پر دستارِ فضیلت باندھی۔ حاضرین نے اس مجلسِ روحانی میں بڑا جاں فزا منظر دیکھا زمانِ حال کا عالم مستقبل کے عالم کو اپنے علم کی امانت منتقل کر رہا تھا۔

دستار بندی کے بعد مولانا علاء الدین اصولی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت خواجہ علی علیہ الرحمہ سے دعا کی درخواست کی۔ حضرت خواجہ علی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک نظر نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا اور دعا کے لیے ہاتھ اٹھا دیے۔ حضرت خواجہ علی علیہ الرحمہ کی دعاؤں کا سلسلہ ختم ہوا اور دستار بندی کی رسم ادا ہو چکی تو حضرت نظام الدین اولیاء علیہ الرحمہ اپنی نشست سے اٹھے۔ سب سے پہلے آپ نے حضرت خواجہ علی علیہ الرحمہ کی دست بوسی کی کہ اس وقت بدایوں میں وہی ولایت کے اعلیٰ منصب پر فائز تھے۔

حضرت خواجہ علی علیہ الرحمہ کی دست بوسی کے بعد حضرت نظام الدین اولیاء علیہ الرحمہ اپنے استاد گرامی کی طرف بڑھے اور مولانا علاء الدین اصولی علیہ الرحمہ کی دست بوسی سے شرف یاب ہوئے۔ مولانا اصولی علیہ الرحمہ نے بھی اپنے محبوب شاگرد کو اس طرح دعائیں دیں کہ شدت جذبات سے اہل مجلس کی آنکھیں بھیگ گئیں۔ پھر عام رسم دعا ادا کی گئی اور اس طرح تمام علمائے بدایوں کی دعاؤں کے سائے میں حضرت نظام الدین اولیا علیہ الرحمہ کے علم کے نئے سفر کا آغاز ہوا۔

دہلی میں حضرت نظام الدین اولیا رحمۃ اللہ علیہ کے قرب میں ہی حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے بھائی حضرت شیخ نجیب الدین متوکل رحمۃ اللہ علیہ کی رہائش گاہ تھی۔ آپ اکثر حضرت شیخ نجیب الدین متوکل رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات فرماتے تھے۔ حضرت شیخ نجیب الدین متوکل کی زبانی حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی فضیلت و مرتبہ کے بارے میں پتا چلتا رہتا تھا۔

حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ غائبانہ طور پر شیخ شیوخ العالم حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے معتقد ہو گئے اور آپ کے دل میں یہ خواہش غلبہ پانے لگی کہ حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کی جائے۔ چنانچہ حضرت نظام الدین اولیا اپنے دل کی خواہش سے مغلوب ہو کر پاک پتن شریف روانہ ہو گئے جب حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچے تو آپ کو دیکھ کر حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے یہ شعر پڑھا:

اے آتش فراغت دل با کباب کردہ\
سیلاب اشتیاقت جانہا خراب کردہ

ترجمہ: تیری فرقت کی آگ نے قلوب کو کباب کر دیا اور تیرے شوق کے سیلاب نے جانوں کو برباد کر دیا۔

حضرت نظام الدین اولیا رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے دست مبارک پر بیعت کی اور حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے حلقۂ ارادت میں شامل ہو گئے۔ آپ نے شیخ فرید الدین مسعود رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ سے علمی و روحانی فیض حاصل کیا۔ حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو گاہے بگاہے ظاہری و باطنی علوم سے نوازا اور خصوصی شفقت فرمائی۔ مرشد حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے زیر سایہ حضرت نظام الدین اولیا رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن پاک کے چھ

پارے تجوید و قرأت کے ساتھ پڑھے۔

ایک مدت کے بعد شیخ نظام الدین اولیا رحمۃ اللہ علیہ خدمت گزاری اور اطاعت شعاری سے مرتبہ کمال کو پہنچے تو بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو خلق خدا کی ہدایت و تکمیل کی اجازت دے کر 659 ہجری کو دہلی روانہ فرمایا۔ پیر و مرشد کے حکم پر ہی دہلی آکر محلہ غیاث پورہ میں مستقل سکونت اختیار کی۔ سلوک و معرفت کی تمام منزلیں حاصل کرنے کے باوجود آپ نے تیس سال تک نہایت ہی سخت مجاہدہ کیا۔ آپ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں محبوب اور مقرب تھے۔

اسی دور میں سلطان وقت نے ایک گاؤں کی پیش کش کی۔ آپ نے صوفیانہ شان استغنا کا مظاہرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ مجھے اور میرے خدمت گاروں کو تمھارے گاؤں کی چنداں ضرورت نہیں، خداوند قدوس بڑا کارساز ہے۔ پھر غیب سے آپ کی امداد ہوئی، مقبولیت کا ستارہ چمکا، یہاں تک کہ اس عسر کے بعد یسر کا دور آ گیا۔ آپ مرجع عوام وخواص، شاہ و گدا بن گئے۔ لوگوں کا آپ کی طرف رجوع اس قدر ہوا کہ سلاطینِ دہلی کی عظمتیں ماند پڑ گئیں۔ اب خانقاہی نظام سے دست گیری، غریب نوازی، انسان سازی کا کارنامہ انجام دیا جانے لگا۔ روزانہ لنگر خانے سے ہزاروں لوگ شکم سیر ہونے لگے مگر آپ کا حال یہ تھا کہ مسلسل روزے رکھتے اور سحری میں خادم کھانا پیش کرتا تو اس خیال سے نہ کھاتے کہ نہ جانے اس وقت کتنے لوگ بھوکے پیاسے سو رہے ہوں گے۔ خلق کی دردمندی کی ایسی انوکھی مثال مشکل ہی سے ملتی ہے۔ یقیناً یہ ایک صاحب دل اور مرد حق آگاہ ہی کی صفت ہو سکتی ہے۔

آپ اپنی گفتگو میں قرآن و حدیث، سیرت و تاریخ، فقہ و تصوف اور لغت وادب کے حوالے دیا کرتے تھے۔ آپ اپنے مریدوں کو کثرت سے قرآن مجید کی تلاوت کرنے کی ہدایت فرماتے۔ آپ علوم القرآن پر دسترس رکھتے تھے۔ بعض اوقات کسی آیت مبارکہ کی تفسیر فرماتے اور اپنے سامعین کو قرآنی معارف سے آگاہ فرماتے۔ آپ کی برکات کے اثرات سے ہندوستان لبریز ہے۔ آپ جیسے اسرار طریقت و حقیقت میں اولیائے کامل و مکمل تھے، ویسے ہی علوم فقہ و حدیث و تفسیر و صرف و نحو، منطق، معانی، ادب میں فاضل اجل عالم اکمل تھے۔

حضرت نظام الدین اولیا رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے بہت مقبولیت دی۔ عام و خاص سب لوگ آپ کی طرف رجوع کرنے لگے۔ اس کے بعد دست غیب اور فتوحات کے دروازے آپ پر کھولے گئے اور ایک جہاں اللہ تعالیٰ کے احسان و انعام کی مدد سے آپ کے ذریعے فائدہ حاصل کرنے لگا۔ آپ کا اپنا حال یہ تھا کہ تمام اوقات ریاضت اور مجاہدہ میں گزارتے، ہمیشہ روزہ رکھتے اور افطار کے وقت تھوڑا سا پانی پی لیتے، بوقت سحری عام طور پر کچھ نہ کھاتے۔ فیض باطنی کا یہ حال تھا کہ جو شخص صدق اعتقاد سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا نظر کیمیا اثر کی تاثیر سے فیض باطنی سے ولی کامل ہو جاتا۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو کمال جذب و فیض عطا فرمایا۔ اہلِ دہلی کو آپ کی بزرگی کا علم ہوا تو آپ کی زیارت اور فیض و برکت کے حصول کی خاطر گروہ در گروہ آنے لگے اور ان کی تعداد میں روز افزوں اضافہ ہونے لگا۔ وقت کے بادشاہ اور امرا بھی آپ سے عقیدت کا اظہار کرتے لیکن آپ ان کی طرف التفات نہ فرماتے۔ حضرت نظام الدین اولیا رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی پوری زندگی طلب علم، عبادت و ریاضت، مجاہدہ اور لوگوں کی تربیت و اصلاح میں گزار دی، آپ نہایت متقی، ایثار کرنے والے، دل جوئی کرنے والے، عفو و درگزر سے کام لینے والے، حلیم و بردبار، حسن سلوک کے پیکر اور تارک دنیا تھے۔

وصال سے قبل 18 ربیع الثانی 725ھ کو بعد نماز ظہر حضرت محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ سید نصیر الدین روشن چراغ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کو طلب کیا اور خرقہ، عصا، مصلا، تسبیح کاسہ، چوبیں وغیرہ تبرکات جو حضرت شیخ فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ سے پہنچے تھے۔ انھیں عنایت فرمائے اور دہلی میں رہ کر رشد و ہدایت کرنے اور اہلیانِ دہلی کو فیض پہنچانے کی تلقین کی اور انھیں اپنا نائب اور جانشین مقرر کیا۔

آپ کی تصانیف میں راحت القلوب، ملفوظات حضرت فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ، افضل الفوائد: مرتبہ: حضرت خواجہ امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ۔ فوائد الفواد: مرتبہ: حضرت امیر حسن علا سجزی، سیر الاولیا وغیرہ شامل ہیں۔

94 برس کی عمر میں 18 ربیع الثانی بروز بدھ 725ھ کو آفتاب غروب ہونے سے قبل ہی علم و عرفان، رشد و ہدایت اور شریعت و طریقت کا یہ نیر تاباں اپنی جلوہ سامانی بکھیر کر دہلی میں غروب ہو گیا۔ آپ کا مزار پُر انوار دہلی میں لاکھوں دلوں کو چین اور آنکھوں کو ٹھنڈک بخش رہا ہے۔ ■■■■■■

مولانا اعجاز احمد برہانی مصباحی علیہ الرحمہ

محمد ولی اللہ قادری

مشہور عالم دین اور شمالی بہار کا مرکزی تعلیمی ادارہ، دار العلوم علیمیہ انوار العلوم دامودر پور مظفر پور کے سابق شیخ الحدیث اور صدر المدرسین حضرت علامہ مولانا اعجاز احمد برہانی مصباحی نمونہ اسلاف تھے جن کا وصال طویل علالت کے بعد مورخہ 14 صفر المظفر 1446ھ مطابق 20 اگست 2024ء بروز منگل صبح چھے بجے دہلی کے ایک اسپتال میں ہو گیا اور اگلے دن بروز بدھ بعد نماز ظہر آبائی گاؤں رام ڈیہاں تھانہ کلیان پور ضلع مشرقی چمپارن میں پیر طریقت مولانا ضیاء المصطفے مصباحی سجادہ نشیں خانقاہ جنابیہ تیغیہ حسینی شریف مشرقی چمپارن بہار کی اقتدا میں جنازے کی نماز ادا کی گئی اور بستی کے قبرستان میں سپرد خاک کر دیے گئے -جنازے میں بھارت بند ہونے کے باوجود بھی کثیر تعداد میں علما و مشائخ شریک ہوئے جن میں دار العلوم رضویہ چکیا مشرقی چمپارن کے پرنسپل مولانا مشتاق احمد برہانی مصباحی، مولانا لطیف الرحمن مصباحی، مولانا انیس الرحمن چشتی، مولانا الحاج رضاء الرحمن حیدری، مولانا محبوب عالم رضوی، مولانا منور، مولانا عادل حسین مصباحی، مولانا حشمت علی رحمانی، مولانا اجمیر عالم کے علاوہ دار العلوم علیمیہ انوار العلوم دامودر پور مظفر پور کے اساتذہ بھی شریک ہوئے - مصروفیات کی وجہ سے راقم الحروف جنازے میں شریک نہیں ہو سکا- حضرت کے وصال سے مجھے شدید غم ہوا ہے کہ خاکسار کا وطن حضرت کے علاقے میں ہی ہے -مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت غیر معمولی تھی وہ منکسر المزاج اور خلیق بھی تھے - افسوس صد افسوس کہ حضرت عمر طبعی سے قبل ہی ہم سب سے جدا ہو گئے-

مولانا اعجاز احمد برہانی کی پیدائش بہ اعتبار سند 5 اپریل 1970ء کو رام ڈیہا پوسٹ گوندرہ تھانہ چکیا ضلع مشرقی چمپارن بہار میں ہوئی- والد کا نام شیر علی ہے - ابتدائی تعلیم گاؤں کے مکتب اور بستی کے مڈل اسکول تک ہوئی بعدہ مدرسہ اسلامیہ حیدریہ ضیاء العلوم کلیان پور مشرقی چمپارن میں داخلہ ہوا وہاں سے ہی مدرسہ حنفیہ غوثیہ بجرڈیہہ بنارس تشریف لے گئے - ایک سال دار العلوم تنویر الاسلام امرڈوبھا ضلع بستی میں بھی تعلیم حاصل کی -اس کے بعد مرکز علم وفن جامعہ اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ تشریف لے گئے اور وہاں کے اساتذہ سے خوب خوب فیض یاب ہونے کے بعد 1990ء میں فراغت اور مصباحی سند حاصل کی - فراغت کے بعد دار العلوم علیمیہ انوار العلوم دامودر پور مظفر پور میں مدرس ہوئے پھر صدر المدرسین اور شیخ الحدیث کی حیثیت سے خدمات انجام دیں - علاوہ ازیں دار العلوم علیمیہ ضیاء العلوم حسینی شریف مشرقی چمپارن کے علاوہ مادرِ علمی مدرسہ اسلامیہ حیدریہ ضیاء العلوم کلیان پور مشرقی چمپارن میں بھی تدریسی خدمات انجام دیں - ریاست بہار کے علاوہ ریاست آسام کی دار الحکومت کا مرکزی ادارہ مدرسہ ادارہ شرعیہ فیضان مصطفیٰ سات گاؤں گوہاٹی میں بھی خدمات انجام دیں -فی الحال دار العلوم مخدومیہ سیمجو باڑی آسام میں خدمات انجام دے رہے تھے - حضرت متعدّد امراض میں مبتلا بالخصوص دونوں کڈنی خراب ہو گئی تھی- حضرت نے اپنے پیچھے اہلیہ، چار بیٹیاں اور دو بیٹے چھوڑ کر رخصت ہوئے ہیں- میں تمام ورثا کی خدمت میں تعزیت پیش کرتا ہوں اور ان کے غم میں برابر کا شریک ہوں - مولانا اعجاز احمد برہانی مصباحی جس طرح باہر میں عزت واحترام سے یاد کیے جاتے تھے اسی طرح اپنے علاقے اور بستی میں بھی- میں حضرت کو پچیس سالوں سے جانتا ہوں لیکن آج تک ان کے حوالے سے عوام و خواص کسی سے بھی منفی تبصرہ نہیں سنا ایک بار ایک عام شخص کی زبان پر شکوہ کا لفظ سنا تو وہ بھی شریعت کی پاسداری کا معاملہ ہی نکلا -

خطہ چمپارن میں دو شخصیات کے نام کے ساتھ ہی برہانی کا لاحقہ دیکھا، پڑھا اور سنا ان میں ایک مولانا اعجاز احمد برہانی مصباحی تھے جب کہ دوسری شخصیت مولانا مشتاق احمد مصباحی پرنسپل دار العلوم رضویہ چکیا مشرقی چمپارن کی ہے -خلیفہ اعلی حضرت برہان ملت مولانا شاہ برہان الحق جبل پوری رحمت اللہ علیہ کے دست مبارک پر 12 مارچ 1982 مطابق 15 جمادی الاول 1402ھ میں مدرسہ اسلامیہ

رونا ہی ضلع فیض آباد یوپی میں بیعت ہوئے تھے - افسوس کہ برہان ملت قدس سرہ کی ایک یادگار ہم سے رخصت ہوگئی اور دوسری یادگار کو اللہ سلامت رکھے آمین - حضرت مولانا برہانی نور اللہ مرقدہ طالب علمی کے زمانے سے نیک سیرت تھے چنانچہ ان کے ہم درس ساتھی ہی نہیں بلکہ ہم نوالہ وہم پیالہ مولانا مشتاق احمد برہانی مصباحی لکھتے ہیں کہ

"حضرت مولانا اعجاز احمد برہانی نہایت ہی شریف منکسر المزاج اور غریب پرور تھے - دوران طالب علمی میں بھی گھر سے اخراجات کے لیے جو رقم ملتی تھی اس میں سے بھی ضرورت مند طلبا کی مدد فرمایا کرتے تھے اساتذہ کا بہت احترام کرتے تھے اس کی وجہ سے اساتذہ بھی انہیں بہت عزیز رکھتے تھے-"

پیش نظر اقتباس بالکل حقیقت پر مبنی ہے کیوں کہ حضرت کی منکسر المزاجی کا مشاہدہ راقم الحروف نے بھی کیا ہے حضرت ہر چند شریف النفس اور کم گو تھے لیکن تدریسی صلاحیت غیر معمولی تھی - اس سلسلے میں حضرت مفتی شمیم القادری قاضی شہر مظفر پور کا ارشاد اہمیت وافادیت کا حامل ہے حضرت نے اپنے تعزیتی پیغام میں فرمایا کہ:

”برہانی صاحب ایک باصلاحیت اور باوقار مدرس تھے - ان کے چہرے سے نورانیت ٹپکتی تھی - بارعب چہرہ، موہ لینے والی صورت، ہمیشہ مسکرانے والی ذات تھی - ان کی رحلت سے اہل سنت کا بڑا خسارہ ہوا ہے۔“

مولانا اعجاز احمد برہانی مصباحی کا انداز تدریس نہایت ہی نرالا تھا اس سلسلے میں ان کے ایک شاگرد رشید اور نبیرہ اعلیٰ حضرت حضرت علامہ قمر رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کے خادم خاص مولانا مفتی عباس رضا مظفر پوری نے بتایا کہ:

” میں نے حضرت مولانا اعجاز احمد برہانی مصباحی رحمۃ اللہ علیہ سے اصول الشاشی، شرح جامی اور شرح وقایہ وغیرہ کتابیں پڑھیں - حضرت ہر فن کی کتابیں پڑھانے کی صلاحیت رکھتے تھے ان کے تدریس کا چرچا دار العلوم علیمیہ انوار العلوم دامودر پور مظفر پور میں خوب تھا - حضرت طلبا پر شفقت کا مظاہرہ خوب کیا کرتے تھے مفتی لیاقت علی رحمۃ اللہ علیہ، مفتی سراج الحق رضوی اور مولانا اعجاز احمد برہانی مصباحی کے مابین علمی گفتگو ہوتی، تو بہت اچھا لگتا تھا افسوس صد افسوس تینوں اساتذہ سے ہم محروم ہوگئے - حضرت طلبا کو اس طرح سے سبق سمجھاتے کہ بات آسانی سے سمجھ میں آجاتی -"

مولانا اعجاز احمد برہانی مصباحی نور اللہ مرقدہ کی بستی اور خاک سار کے گاؤں کی دوری بہ مشکل چار پانچ کیلو میٹر ہوگی اس کے باوجود تفصیلی ملاقات دو چار بار ہی ہوسکی - اس کا سبب یہ کہ حضرت بھی وطن سے دور رہے اور راقم کا بھی وہی حال ہے یاد آتا ہے کہ چکیا بازار میں کبھی ملاقات ہوگئی اور علیک سلیک پر اکتفا - کبھی کبھار راقم سائیکل سے بازار گیا ادھر سے سائیکل سے حضرت لوٹ رہے ہیں درمیان میں ملاقات ہوگئی بعد کے دنوں میں موٹر سائیکل حضرت چلانے لگے حضرت کو میرے چھوٹے چچا سے تعلقات تھے کہ ان کی شیتل پور بازار پر پہلے دکان تھی ابھی بھی زیادہ وقت ان کا شیتل پور بازار پر ہی گزرتا ہے واضح رہے کہ شیتل پور بازار کے شمال میں خاک سار کی بستی لکھنی ہے جب کہ جنوب میں رام ڈیہا - ایک دو بار دار العلوم رضویہ چکیا میں ملاقات ہوئی ہوگی - ایک تفصیلی ملاقات 2007ء میں مرکزی ادارہ شرعیہ پٹنہ میں ہوئی تھی اور متعدّد موضوعات پر گفتگو ہوئی تھی - اللہ پاک جانے کہ چمپارن کے علمائے اہل سنت پر کس کی نظر بد لگ گئی ہے شاگرد ملک العلما حضرت مولانا سید عبد الحکیم نقش بندی کا وصال محض چوالیس سال کی عمر میں 1952ء میں ہو گیا اسی طرح عہد حاضر کے درجن بھر علمائے کرام بھی عمر طبعی سے قبل ہی دنیائے فانی سے رخصت ہوگئے جس سے چمپارن میں اہل سنت کا ناقابلِ تلافی خسارہ ہوا ہے اور ہو رہا ہے بھی - ان میں استاد محترم مفتی عطاء الرحمان قادری مصباحی (متوفی 2011ء)، مفتی سراج الدین رضوی سبق استاد دار العلوم علیمیہ انوار العلوم دامودر پور مظفر پور (متوفی 2012ء) اور مولانا محمد عظیم اللہ حیدری سبق استاد مدرسہ حیدریہ ضیاء العلوم منگلا پور کلیان پور مشرقی چمپارن (متوفی 2013ء) قابل ذکر ہیں - اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ پروردگار عالم چمپارن کے علمائے اہل سنت پر خاص فضل و کرم فرمائے تاکہ چمپارن بدعقیدگی سے پاک ہو جائے آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم - آخر میں اپنے تمام احباب سے گزارش ہے کہ چمپارن کے گزرنے والے جملہ علمائے اہل سنت بالخصوص حضرت مولانا اعجاز احمد برہانی مصباحی نور اللہ مرقدہ کے درجات کی بلندی کے لیے دعا کریں -

▪▪▪▪▪▪

ذکرِ جمیل

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما

مفتی محمد اعظم مصباحی مبارکپوری

نام ونسب: حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا تعلق قبیلہ قریش کے ایک معزز گھرانے سے تھا۔ جوانی ہی میں مشرف بہ اسلام ہوئے، بہت بڑے عابد و زاہد تھے، احادیث رسول کریم کی حفظ وکتابت کا خوب اہتمام فرماتے۔ آپ کے والد حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اسلام کے مشہور سپہ سالار اور فاتح مصر تھے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اپنے والد کے ساتھ فتح مصر کے تاریخی سفر میں بھی حصہ لیا والدہ کا نام ریطہ بنت منبہ تھا۔

سلسلہ نسب کچھ یوں ہے: حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص بن وائل بن ہاشم بن معبد بن سہم بن عمرو بن ھصیص بن کعب بن لوی القرشی

قبول اسلام: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ ان خوش نصیب صحابہ میں شامل ہیں جو نوجوانی میں اسلام کے نور سے منور ہوگئے۔ آپ اپنے والدِ بزرگوار حضرت عمرو بن عاص سے پہلے مشرف بہ اسلام ہوئے۔

طلب حدیث کا شوق: حضرت عبداللہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ سے زیادہ احادیث یاد رکھنے کی کوشش کرتے اور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے کر احادیث کو تحریر بھی کرتے تھے۔

یہی وجہ ہے کہ آپ کی روایت کردہ احادیث کا ذخیرہ بہت وسیع ہے۔ آپ کے علم کا یہ عالم تھا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، جو خود ایک بڑے محدث تھے، فرمایا کرتے تھے کہ لَمْ يَكُنْ اَحَدٌ مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَكْثَرَ حَدِيْثاً مِنِّيْ اِلَّا مَاكَانَ مِنْ عَبْدِاللهِ بْنِ عَمْرٍو فَاِنَّهٗ يَكْتُبُ وَلَا اَكْتُبُ

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے پاس مجھ سے زیادہ احادیث کا ذخیرہ موجود ہے، کیونکہ وہ انہیں لکھ بھی لیتے تھے اور میں نہیں لکھتا تھا۔

ایک مرتبہ قریش کے چند بزرگوں نے ان کو اس سے منع کیا اور کہا کہ رسول اللہ صل اللہ علیہ وآلہ وسلم حالتِ غیظ و انبساط میں کیا کچھ فرماتے ہیں، آپ سب کو قلم بند نہ کیا کیجیے حضرت عبداللہ بن عمرو نے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس سلسلے میں عرض کی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے ان دو ہونٹوں کے درمیان سے حق کے سوا کچھ نہیں نکلتا، لہٰذا تم لکھتے رہو۔

آپ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے آپ کے ارشادات اور ملفوظات کا ایک مجموعہ تیار کیا جس کا نام صادقہ رکھا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اس مجموعہ کو بہت عزیز رکھتے تھے۔

چنانچہ حضرت امام مجاہد رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں ایک مرتبہ میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور تکیے کے نیچے سے ایک کتاب نکال کر دیکھنے لگا تو انہوں نے منع کیا۔ تو میں نے کہا آپ تو مجھ کو اپنی کسی کتاب اور کسی اور چیز سے منع نہ فرماتے تھے تو انہوں نے فرمایا:

إن هذه الصحيفة الصادقة التي سمعتها من رسول الله صلى الله عليه وسلم ليس بيني وبينه أحد۔

یہ وہ صحیفہ حق ہے جس کو میں نے تنہا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر جمع کیا تھا۔

علم و فضل: حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص اپنے علم و فضل کے لحاظ سے طبقہ صحابہ میں خاص امتیاز رکھتے تھے، آپ نے اپنی مادری زبان کے علاوہ عبرانی میں بھی مخصوص دستگاہ حاصل کی تھی اور توریت وانجیل کا نہایت غور سے مطالعہ کیا تھا۔

روایات اور احادیث: آپ سے تقریباً 700 کے قریب احادیث مروی ہیں، جن میں سے کئی صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں موجود ہیں۔ آپ کی روایت کردہ احادیث فقہی اور اخلاقی مضامین پر مشتمل ہیں، جن سے امت مسلمہ نے بڑے پیمانے پر رہنمائی حاصل کی۔

جہاد اور فتوحات میں حصہ: حضرت عبداللہ بن عمرو

استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

رضی اللہ عنہما نے کئی جنگوں میں حصہ لیا اور اپنی بہادری کا مظاہرہ کیا۔ خاص طور پر مصر اور یرموک کی فتح میں آپ نے اہم کردار ادا کیا۔ آپ کا تعلق ان عظیم صحابہ سے تھا جنہوں نے اسلامی خلافت کے دفاع اور فروغ میں کلیدی کردار ادا کیا۔

عبادت گزاری اور زہد: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ عبادات میں انتہائی محنتی تھے۔ آپ روزانہ قرآن کی تلاوت کرتے اور اکثر روزے رکھتے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو اعتدال کے ساتھ عبادت کرنے کی نصیحت فرمائی تاکہ آپ کی جسمانی اور معاشرتی زندگی بھی متوازن رہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر فرمایا:

"تم پر تمھارے جسم کا بھی حق ہے، تمھارے گھر والوں کا بھی حق ہے، اور تمھارے مہمان کا بھی حق ہے۔ لہٰذا کبھی روزہ رکھو اور کبھی چھوڑ دو، اور ہر مہینے میں تین دن کے روزے کافی ہیں۔"

قرآن کریم کی تلاوت کا ذوق: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کا قرآن سے گہرا تعلق تھا۔ وہ ایک مرتبہ ہر رات قرآن ختم کرنے کا معمول بنانا چاہتے تھے، انھوں نے حضور علیہ الصلاۃ والسلام سے اس سلسلے میں عرض کیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اعتدال کی نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ تین دن سے کم میں قرآن ختم نہ کیا کرو۔

تواضع اور انکساری: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ انتہائی متواضع انسان تھے۔ وہ مال و دولت اور دنیاوی عزت کو اہمیت نہیں دیتے تھے۔ ان کے لباس اور رہن سہن میں سادگی نمایاں تھی۔

ایک مرتبہ کسی شخص نے ان سے سوال کیا کہ آپ اتنے علم و فضل کے باوجود سادگی میں کیوں زندگی بسر کرتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: "مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور سادہ طرز زندگی کو اپنانا سب سے زیادہ محبوب ہے۔"

حضرت عبداللہ بن عمرو سے مروی احادیث: حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا کردار احادیث کے تحفظ اور اشاعت میں بے مثال ہے۔ ان کی مرویات اسلامی تعلیمات کا ایک جامع مرقع ہیں اور آج بھی مسلمانوں کے لیے راہنمائی کا ذریعہ ہیں۔ ذیل میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی سے مروی کچھ احادیث مع عربی متن اور ترجمہ پیش کی جارہی ہیں:

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: يُنْصَبُ لِكُلِّ غَادِرٍ لِوَاءٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، فَيُقَالُ: هَذِهِ غَدْرَةُ فُلَانٍ. (صحیح مسلم:1736)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "ہر عہد شکن کے لیے قیامت کے دن ایک جھنڈا نصب کیا جائے گا، اور کہا جائے گا: یہ فلاں شخص کی خیانت ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: إِنَّ اللهَ لَا يَقْبِضُ الْعِلْمَ انْتِزَاعًا يَنْتَزِعُهُ مِنَ النَّاسِ، وَلَكِنْ يَقْبِضُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ الْعُلَمَاءِ.

(صحیح البخاری:100)

ترجمہ: عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ علم کو لوگوں کے سینوں سے اچانک نہیں نکالے گا، بلکہ علم علما کے اٹھا لیے جانے سے اٹھ جائے گا۔

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: الرَّاحِمُونَ يَرْحَمُهُمُ الرَّحْمَنُ، ارْحَمُوا مَنْ فِي الْأَرْضِ يَرْحَمْكُمْ مَنْ فِي السَّمَاءِ. (سنن الترمذي:1924)

ترجمہ: عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "رحم کرنے والوں پر رحمان رحم فرماتا ہے۔ زمین والوں پر رحم کرو، تم پر آسمانوں کا مالک رحم فرمائے گا۔"

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: إِنَّ الصِّدْقَ يَهْدِي إِلَى الْبِرِّ، وَإِنَّ الْبِرَّ يَهْدِي إِلَى الْجَنَّةِ، وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَصْدُقُ حَتَّى يُكْتَبَ عِنْدَ اللهِ صِدِّيقًا. (صحیح البخاری:6094)

ترجمہ: عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سچ نیکی کی طرف لے جاتا ہے، اور نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے۔ آدمی مسلسل سچ بولتا ہے، یہاں تک کہ اللہ کے نزدیک صدیق لکھ دیا جاتا ہے۔

وفات: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے اپنی آخری عمر مدینہ منورہ اور بعد میں شام کے علاقے میں گزاری۔ آپ کی وفات 65 ہجری میں ہوئی، اور آپ کی تدفین شام میں ہوئی۔ آپ کی وفات سے امت ایک عظیم محدث، فقیہ، اور عبادت گزار شخصیت سے۔ ■■■

چراغِ خانہ

بچوں کو کیسے خوش رکھیں؟

ڈاکٹر ظہور احمد دانش

اولاد والدین کو بہت ہی عزیز ہوتی ہے۔ چنانچہ والدین اپنی اولاد کو خوش دیکھنا چاہتے ہیں۔ اولاد کی لمحہ بھر کی مسکراہٹ والدین کو کمال کا سکون بخشتی ہے۔ ہم سب ہی یہ تمنا یہ خواہش رکھتے ہیں کہ ہماری اولاد خوش رہے لیکن افسوس ہم وہ طریقے اپنانے سے قاصر رہتے ہیں جو ہماری اولاد کو مسکراتا کھلکھلاتا رکھ سکتے ہیں۔ فقط ایک ذہن پر چلتی سوچ اور دل میں اُبھرتے ارمان ہی رہ جاتے ہیں۔ آئیے ہم آپ کو وہ طریقے بتاتے ہیں جن کی مدد سے ہم اپنے بچوں کو خوش رکھ سکتے ہیں۔

بچوں کو خوش رہنا سکھانا والدین اور اساتذہ کے لیے ایک اہم ذمہ داری ہے۔ اس سے نہ صرف بچوں کی ذہنی اور جذباتی صحت بہتر ہوتی ہے بلکہ وہ زندگی میں مثبت رویہ بھی اپناتے ہیں۔ یہاں کچھ طریقے ہیں جن سے بچوں کو خوش رہنے کی عادت ڈالی جاسکتی ہے۔

مثبت رویہ اپنانے کی تلقین: بچوں کو یہ سکھائیں کہ ہر مشکل یا ناکامی میں بھی کوئی نہ کوئی مثبت پہلو ہوتا ہے۔ انہیں روزانہ اپنے دن کی اچھی باتیں بتانے کی ترغیب دیں۔

احساسِ تشکر پیدا کریں: بچوں کو روزانہ کی زندگی میں چھوٹی چھوٹی چیزوں کا شکر ادا کرنا سکھائیں، جیسے اچھا کھانا، گھر، دوست، وغیرہ۔ اس کے لیے آپ ایک "شکر گزاری کا جرنل" بھی بنا سکتے ہیں جس میں بچے روزانہ ایسی باتیں لکھیں جس کے لیے وہ شکر گزار ہوں۔

مثالی رول ماڈل بنیں: آپ کا رویہ بچوں پر گہرا اثر ڈالتا ہے۔ اگر آپ خود بھی مثبت اور خوش رہنے کی عادت اپنائیں گے، تو بچے بھی آپ کی تقلید کریں گے۔

تخلیقی سرگرمیوں میں شامل کریں: کہانیاں سنانا اور کھیل کود بچوں کو خوش رکھنے کے بہترین ذرائع ہیں۔ ان سرگرمیوں میں شامل ہو کر بچے اپنی جذباتی دنیا کو بہتر طور پر سمجھ سکتے ہیں۔

مکمل توجہ دیں: جب آپ اپنے بچوں سے بات کر رہے ہوں، تو انہیں اپنی مکمل توجہ دیں۔ اس سے بچے کو یہ احساس ہوتا ہے کہ وہ اہم ہیں اور اس سے ان کا خوداعتمادی اور خوشی بڑھتی ہے۔

دوستی اور سماجی روابط کو فروغ دیں: بچوں کو دوست بنانے اور اچھی صحبت میں وقت گزارنے کی ترغیب دیں۔ سماجی روابط بچوں کو خوش رکھنے میں مددگار ثابت ہوتے ہیں۔

قدرتی ماحول سے تعلق پیدا کریں: بچوں کو فطرت کے قریب لائیں، جیسے پارک میں سیر کرنا، پودے لگانا، یا قدرتی مناظر کی سیر کرنا۔ فطرت بچوں کی ذہنی سکون اور خوشی میں اضافہ کرتی ہے۔

تعریف اور حوصلہ افزائی کریں: بچوں کی چھوٹی چھوٹی کامیابیوں پر بھی ان کی حوصلہ افزائی کریں۔ تعریف اور پیار بچوں میں خوشی کے جذبات پیدا کرتا ہے اور انہیں مزید محنت کرنے پر ابھارتا ہے۔

بچوں کی دلچسپیوں کو فروغ دیں: بچوں کی پسندیدہ سرگرمیوں کو پہچانیں اور ان میں حصہ لینے کے مواقع فراہم کریں۔ جب بچے اپنی پسند کی چیزوں میں مصروف ہوتے ہیں تو وہ خوشی محسوس کرتے ہیں۔

ذہنی دباؤ کو کم کرنے کی تکنیک سکھائیں: بچوں کو گہری سانس لینے، مراقبہ یا یوگا جیسی سرگرمیوں سے روشناس کروائیں، جو ذہنی دباؤ کو کم کرنے اور خوشی برقرار رکھنے میں مددگار ہوتی ہیں۔ یہ تمام اقدامات بچوں کو خوش رکھنے میں معاون ثابت ہوسکتے ہیں، اور ان کی زندگی میں مستقل خوشی کا باعث بن سکتے ہیں۔

قارئین! مزید بچوں کو خوش رکھنے کے طریقے جو آپ اس معاملے میں آپ کے مددگار ثابت ہوسکتے ہیں۔ آئیے وہ مزید مشورے بھی ہم جان لیتے ہیں۔

کھیل کود اور جسمانی سرگرمیوں کو اہمیت دیں: کھیل کود اور جسمانی سرگرمیاں بچوں کے لیے خوشی کا ایک بڑا ذریعہ ہیں۔ انہیں روزانہ کچھ وقت جسمانی سرگرمیوں میں گزارنے کا موقع دیں، جیسے دوڑنا، سائیکلنگ، یا کوئی کھیل کھیلنا۔

مثبت گفتگو کا ماحول بنائیں: گھر میں ہمیشہ مثبت اور خوشگوار گفتگو کریں۔ بچوں کے سامنے لڑائی جھگڑے اور منفی باتوں سے پرہیز کریں۔ ان سے محبت اور ادب سے بات کریں تاکہ وہ بھی

یہی رویہ اپنائیں۔

بچوں کو خود مختاری دیں: بچوں کو ان کی عمر اور صلاحیت کے مطابق کچھ فیصلے کرنے کی اجازت دیں۔ یہ انہیں خوداعتمادی اور خوشی فراہم کرتا ہے کیونکہ انہیں لگتا ہے کہ ان کی رائے اہم ہے۔

خاندان کے ساتھ وقت گزارنا: خاندان کے ساتھ مل کر وقت گزارنا، جیسے مل کر کھانا کھانا، سیر کرنا، یا کسی تقریب میں شرکت کرنا، بچوں کے لیے خوشی کا سبب بنتا ہے۔ خاندان کی محبت اور تعاون انہیں مضبوط اور مطمئن محسوس کرواتا ہے۔

انفرادی دلچسپیوں کی حمایت کریں: ہر بچے کی دلچسپیاں مختلف ہوتی ہیں، کسی کو پینٹنگ کی طرف رجحان ہو سکتا ہے تو کسی کو کھیل یا کہانیوں کا شوق ہو سکتا ہے۔ بچوں کی انفرادی دلچسپیوں کو پہچانیں اور ان کی حمایت کریں۔

نیند کو اہمیت دیں: بچوں کی اچھی نیند ان کی خوشی اور توانائی کے لیے بہت ضروری ہے۔ مناسب نیند لینے والے بچے خوش اور توانا رہتے ہیں، جبکہ کم نیند لینے والے بچوں میں چڑچڑاپن پیدا ہو سکتا ہے۔

مثبت کرداروں کی کہانیاں سنائیں: بچوں کو ایسی کہانیاں سنائیں جن میں مثبت کردار، اچھی اخلاقی اقدار اور خوشی کا پیغام ہو۔ یہ کہانیاں بچوں کو متاثر کرتی ہیں اور ان کی زندگی میں مثبت رویہ پیدا کرتی ہیں۔

جذباتی تعلیم دیں: بچوں کو ان کے جذبات سمجھنے اور ان کا اظہار کرنے کا طریقہ سکھائیں۔ جب بچے اپنے جذبات کو بہتر طریقے سے سمجھتے ہیں اور ان کا مثبت انداز میں اظہار کرتے ہیں تو ان کے ذہنی سکون میں اضافہ ہوتا ہے۔

فلاحی سرگرمیوں میں شامل کریں: بچوں کو دوسروں کی مدد کرنے کی عادت ڈالیں۔ یہ انہیں خوشی اور تسکین فراہم کرتا ہے کہ وہ کسی کے لیے کچھ کر سکتے ہیں، جیسے کسی ضرورت مند کی مدد کرنا یا کسی سماجی سرگرمی میں حصہ لینا۔

ٹیکنالوجی کا متوازن استعمال: بچوں کو ٹیکنالوجی کا اعتدال میں استعمال سکھائیں۔ بہت زیادہ سکرین ٹائم بچوں کی خوشی کو متاثر کر سکتا ہے۔ انہیں متوازن سرگرمیاں فراہم کریں تاکہ وہ حقیقی دنیا میں بھی خوشی محسوس کریں۔

غلطیوں سے سیکھنے کی عادت ڈالیں: بچوں کو یہ سکھائیں کہ غلطیاں سیکھنے کا حصہ ہیں اور انہیں مایوس ہونے کے بجائے اپنی غلطیوں سے سبق سیکھنا چاہیے۔ اس سے ان میں ناکامی کا خوف کم ہوگا اور وہ خوشی محسوس کریں گے۔

مثبت طرز زندگی اپنانے کی ترغیب دیں: بچوں کو صحت مند غذا، پانی پینا، اور جسمانی ورزش جیسے عادات کو اپنانے کی ترغیب دیں۔ صحت مند جسم خوش رہنے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔

آئیے ہم آپ بچوں کو خوش رکھنے کے حوالے سے طبی فوائد سے بھی آگاہ کرتے ہیں۔

خوش بچے عام طور پر زیادہ صحت مند ہوتے ہیں، کیونکہ خوشی کا براہ راست اثر ان کے مدافعتی نظام پر ہوتا ہے۔ خوش رہنے والے بچوں میں بیماریوں سے لڑنے کی طاقت زیادہ ہوتی ہے، اور وہ عام بیماریوں سے کم متاثر ہوتے ہیں۔ خوشی بچوں کی ذہنی صحت کو بہتر بناتی ہے۔ خوش رہنے والے بچوں میں ڈپریشن، اینگزائٹی اور تناؤ جیسے مسائل کم ہوتے ہیں۔ مثبت جذبات ان کے ذہنی سکون اور خوداعتمادی میں اضافہ کرتے ہیں۔

خوشی کا دل کی صحت سے گہرا تعلق ہے۔ خوش رہنے والے بچوں میں دل کی بیماریوں کے خطرات کم ہوتے ہیں کیونکہ خوشی سے خون کی روانی بہتر ہوتی ہے اور بلڈ پریشر کنٹرول میں رہتا ہے۔ سا کے علاوہ خوشی بچوں کی دماغی نشوونما میں مدد دیتی ہے۔ خوش رہنے والے بچوں میں دماغی کارکردگی بہتر ہوتی ہے، وہ نئی چیزیں جلدی سیکھتے ہیں اور ان کی یادداشت بھی اچھی ہوتی ہے۔ خوشی بچوں کے تخلیقی صلاحیتوں کو بھی بڑھاتی ہے۔ اور تو اور خوشی کے احساسات جسم میں اینڈورفنز، سیرٹونن، اور ڈوپامین جیسے خوشی کے ہارمونز کا اخراج بڑھاتے ہیں۔ یہ ہارمونز نہ صرف مزاج کو بہتر بناتے ہیں بلکہ جسمانی درد کو کم کرنے میں بھی مدد کرتے ہیں۔ خوش بچے جسمانی طور پر زیادہ متحرک ہوتے ہیں اور ان میں کھیل کود یا جسمانی سرگرمیوں میں حصہ لینے کی صلاحیت زیادہ ہوتی ہے۔ یہ ان کی جسمانی نشوونما اور صحت مند ہڈیوں اور پٹھوں کے لیے مفید ہے۔

خوش بچے سکول میں بہتر کارکردگی دکھاتے ہیں، کیونکہ ان کا دماغ زیادہ چست ہوتا ہے اور وہ جلدی سیکھنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ خوشی ان کی توجہ اور مطالعے کی دلچسپی کو بھی بڑھاتی ہے۔

یہ وہ مفید مشورے تھے جن کی مدد سے آپ اور ہم اپنے بچوں کو خوش رکھنے کی کوشش کر سکتے ہیں۔ ان کی زندگیوں میں مسکراہٹیں بکھیر سکتے ہیں۔ اللہ کریم ہمیں خیر سے بھرپور زندگی عطا فرمائے۔ آمین ◘◘

فکرونظر

ہندوستان میں اسلامی ثقافت اور ورثے کا تحفظ

بزمِ دانش میں آپ ہر ماہ بدلتے حالات اور ابھرتے مسائل پر فکر و بصیرت سے لبریز نگارشات پڑھ رہے ہیں۔ ہم اربابِ قلم اور علمائے اسلام کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ دیے گئے موضوعات پر اپنی گراں قدر اور جامع تحریریں ارسال فرمائیں۔ غیر معیاری اور تاخیر سے موصول ہونے والی تحریروں کی اشاعت سے ہم قبل از وقت معذرت خواہ ہیں۔ از: مبارک حسین مصباحی

❋ دسمبر 2024 کا عنوان — لفظ امی کی توضیح و تشریح

❋ جنوری 2025 کا عنوان — جدید دنیا میں اسلامی تعلیمات کا نفاذ اور اس کے چیلنجز

اسلامی ثقافت کا تحفظ سہ جہاتی فرمولا پر مبنی

مدارس، اسکول اور قانونی پینل

مولانا عابد چشتی

ہندوستان کی معلوم تاریخ کا مطالعہ اس بات کی دستاویزی شہادت دیتا ہے کہ یہ ملک ہمیشہ متنوع تہذیب، ثقافتوں، رنگا رنگ افکار و نظریات، مختلف مذاہب اور عقیدوں کا گہوارہ رہا ہے، یہاں عہد بہ عہد مختلف حکومتیں اور سلطنتیں تو وجود میں آئیں مگر کوئی حکومت ہندوستان کی تنوع مزاجی پر حاوی ہو کر اس کی تکثیری ثقافت پر اثر انداز نہ ہو سکی اور آج یہی تہذیبی تنوع ہندوستان کی عالمی شناخت کا سب سے معتبر حوالہ بن چکا ہے جو اسے دیگر ممالک کی فہرست میں امتیازی شان عطا کرتا ہے۔ یہ پہلو ایک تاریخی حقیقت ہے جس سے انکار نہیں کیا جا سکتا ہے مگر اسی کے ساتھ اب حالات کا تجزیہ اس بات کے بھی واضح اشارے دے رہا ہے کہ ہندوستان کی اس امتیازی شناخت کو حرف غلط کی طرح مٹا کر یہاں کے تہذیبی تنوع کو ختم کرنے کی پوری منظم کوشش کی جا رہی ہے جس میں خاص طور سے اسلامی ثقافت اور مسلم وراثت کج فکروں کے نشانے پر ہے۔

ہر چند کے آزادی سے پہلے ہی شر پسندوں کی آنکھوں میں نہ صرف اسلامی تہذیب کے روحانی مظاہر خود مسلم وجود کی طرح کھٹکتی رہی ہیں، تاہم حالات ناساز گار ہونے کی وجہ سے اس سلسلے میں جو پیش رفت کی گئی اس کی رفتار مجبوراً سست رہی یہ اور بات ہے کہ درپردہ اس فکری زاویے کو مضبوط کیا جاتا رہا۔ مگر جب سے اقتدار کی باگ ڈور موجودہ حکومت کے ہاتھوں میں آئی ہے بغض و عناد سے بھرے سینے ابل پڑے اور ہر سطح پر مسلمانوں اور ان کی مذہبی شناخت کی تضحیک ہونے لگی، برقع، ٹوپی، داڑھی اور اسلامی ثقافت کے دیگر مظاہر پر نفرت کا برتاؤ کیا جانے لگا اور اب نہ صرف مسلمانوں کے داخلی مسائل اور ان کی اسلامی تہذیب کے خلاف کھل کر بولا اور لکھا جا رہا ہے بلکہ ان مراکز کو بھی شک کے دائرے میں لانے کی ناپاک سازشیں رچی جا رہی ہیں جہاں سے اسلامی تہذیب کو نئی حیات ملتی ہے۔

دوسری طرف صدیوں سے مسلمانوں کی چلی آ رہی وراثت جو اوقاف کی شکل میں ملک کے گوشے گوشے میں موجود ہے جو خالص مسلمانوں کی ملکیت ہے جسے کبھی دین کا درد رکھنے والے مسلمانوں نے اسلامی تعلیمات اور اہل ایمان کی ملی، سماجی اور معاشرتی فلاح و بہبود کے لیے اپنی ملکیت سے خدا کی ملکیت میں وقف کیا تھا" اوقاف ترمیمی بل" لا کر ان وراثتوں پر غاصبانہ قبضہ کرنے کی بھی تیاری کی جا رہی ہے جس کو لے کر حکومت کی نیت صاف دکھائی نہیں دے رہی ہے۔ وہ زمینیں جو مسلمانوں کی ہیں اور مسلمانوں ہی کے نام پر وقف کی گئی ہیں ان زمینوں کے استعمال اور عدم استعمال کا معاملہ ہو یا پھر

ان اراضی اور وراثتوں کے نظم ونسق کو لے کر تشکیل پانے والی تنظیموں اور بورڈ کا، بہر حال ان سب کا اختیار مسلمانوں کا اپنا داخلی معاملہ ہے جس میں حکومت کی در اندازی یا پھر ان اوقات کو لے کر قوانین میں ناقابل قبول ترمیمات کا اختیار کسی جہت سے حکومت کو نہیں ہے خاص طور سے ان وراثتوں کی تنظیمی ڈھانچوں میں کسی غیر مسلم فرد کی شمولیت کا تو جواز ہی فراہم نہیں کیا جاسکتا ہے۔

بہر حال اس وقت ہندوستان میں مسلمانوں کو جن حالات سے نبر آزما ہونا پڑ رہا ہے وہ اچھے مستقبل کا اشاریہ نہیں دے رہے ہیں، ایک طرف اسلامی نظریات اور ثقافت کو لے کر سازشیں انجام دی جارہی ہیں تو دوسری طرف مسلمانوں کی قدیم وراثتوں سے انہیں دستبردار کرنے کی ناپاک کوشش بھی شروع کر دی گئی ہے ان حالات میں اسلامی ثقافت اور وراثت کے تحفظ کی فکر اور گہری ہو جاتی ہے جس سے نہ صرف ہمارا حال بلکہ آنے والی نسلوں کا مستقبل داؤں پر لگا ہے اور اگر بروقت مناسب پیش رفت نہ کی گئی تو آنے والی نسلوں میں اسلامی ثقافت کو منتقل کرنا ایک خواب بن کر رہ جائے گا جس کی تعبیر مشکل سے ملے گی۔ اس پورے منظر نامے کا سب سے افسوسناک پہلو یہ بھی ہے کہ اب بات اسلامی ثقافت کے تحفظ سے ایک قدم آگے بڑھ کر اسلامی عقائد و نظریات اور مذہبی تشخص کے خطرناک زوال تک آچکی ہے اور اس وقت جس انداز میں غیروں نے حکومتی سرپرستی میں اپنے ملحدانہ تہذیب کو مسلم نسلوں میں منتقل کرنے کے تانے بانے بنے ہیں اس میں بہت حد تک غیروں کو کامیابی کے آثار بھی دکھائی دے رہے ہیں۔ اگر ان حالات سے آج چشم پوشی کی گئی تو پھر ہم آگے چل کر ایک ایسے اسلام سے متعارف ہوں گے جہاں توحید و شرک آپس میں گلے ملتے نظر آئیں گے اور اگر اس بات کا یقین نہ ہو تو یونیورسٹیز اور کالجوں میں پڑھنے والے مسلم بچوں کا رویہ دیکھیے جو عید بھی مناتے ہیں اور دوسری طرف ہولی بھی کھیلنے لگے ہیں۔ اس سلسلے میں ہمیں سب سے زیادہ تین محاذ پر اپنی توانائی کا ارتکاز جتنی جلدی ہو سکے کرنا ہوگا: مدارس، اسکول اور مضبوط قانونی پینل۔

مدارس: شرپسندوں کو اس بات کا بخوبی علم ہے کہ اسلامی مدارس اور مکاتب ہی وہ واحد اور آخری ذریعہ ہے جہاں سے اسلامی ثقافت کے نہ صرف تحفظ کا فریضہ انجام دیا جاتا ہے بلکہ اسلامی تہذیب کے داخلی اور خارجی سطح پر فروغ و استحکام اور اس کی اشاعت و تبلیغ کا مستحکم ذریعہ یہی مدارس ہیں، جو بے سروسامانی کے باوجود اسلامی تہذیب و تمدن اور مذہبی شناخت کی بقا کے چراغوں کو تیل فراہم کر رہے ہیں۔ اسلامی ثقافت کی بوقلمونیاں انہی ٹوٹے پھوٹے مدارس اور ان میں پڑھنے والے ان نونہالوں کی مرہون منت ہے جنھوں نے دنیا کی رنگینیوں سے اپنے دلوں کو کنارہ کش کر لیا اور جس دور میں ہر شخص محض دولت کی فراوانی پر فریفتہ ہو کر ایک پر تعیش زندگی کی تگ و دو میں لگا ہے، یہ طلبہ اس حقیقت سے واقف ہونے کے باوجود کہ اس راہ میں مالی مشکلات جزو لاینفک کا درجہ رکھتی ہیں، پھر بھی خود کو دین کی راہ میں وقف کر دیتے ہیں اور "اجرت" کے بجائے "اجر" کی مضبوط امیدوں کے سہارے وہ اسلامی افکار و نظریات، مذہبی تہذیب و تمدن اور ملی ثقافت و شناخت کے سورج اگا رہے ہیں۔

یہ بات اب اسلام دشمن عناصر کو پتہ چل چکی ہے اور سالہا سال کی شیطانی تحقیق کے بعد یہ عقدہ ان پر بھی کھل چکا ہے کہ اسلام کے فکری اور اعتقادی نظام سے مسلم معاشرے کو کاٹنے یا ان کے تئیں نرم گوشے پیدا کرنے کے لیے مدارس پر قدغن لگانا ضروری ہے، جہاں سے اسلامی تہذیب کے علمبرداروں کی جماعتیں مسلم معاشرے کو اسلام سے جوڑے رکھنے میں مضبوط اور واحد رابطہ اور پل کا کام کر رہی ہیں۔ اس کا نتیجہ ہمارے سامنے ہے کہ پورے ہندوستان میں اسلامی مدارس اور مکاتب کے خلاف پروپیگنڈہ کیا جا رہا ہے اور قانونی داؤ پیچ کا سہارا لے کر مدارس کو بند کرنے یا ان کے داخلی نظام کو تبدیل کر کے اسکول بنا دینے کا کام پوری ڈھٹائی کے ساتھ انجام دیا جا رہا ہے جس کے لیے ہم آسام حکومت کو بطور مثال پیش کر سکتے ہیں جہاں بیک جنبش قلم سینکڑوں مدارس کی شناخت کو ختم کر کے انہیں اسکول میں ضم کر دیا گیا اور یوں اسلامی علوم و نظریات اور مذہبی تہذیب کے یہ مراکز تعصب عناد کی قربان گاہ پر بھینٹ چڑھ گئے۔

اسلامی تہذیب وروایات اور مذہبی اقدار کو جہاں سے آکسیجن فراہم ہوتی ہے وہ مدارس کی پر نور فضائیں ہیں جہاں مسلمانوں کی امداد سے نونہالوں کو دین کے انمول علم سے آراستہ کر کے قوم کے درمیان دعوت و تبلیغ کے لیے تیار کیا جاتا ہے۔ بلاشبہ آج مسلم معاشرے میں جو کچھ اسلامی اقدار کی رمق باقی ہے وہ انہی مدارس کی مرہون منت ہے اب اگر اسلامی تہذیب کا تحفظ کرنا ہے تو اس کے لیے مدارس کا تحفظ ناگزیر اور فرض ہے جس کے لیے تمام فرقوں کو مدارس کے حق کے

لیے ایک پلیٹ فارم پر آکر سر جوڑ کر بیٹھنا ہوگا اور قانونی پیچیدگیوں سے مدارس کو بچاکر ان کے تحفظ اور مستقبل میں ان کی بنیادی حیثیت کی بقا کے لیے ہر ممکن کوشش کرنی ہوگی۔ اس کے لیے طویل قانونی لڑائی بھی لڑنی ہوگی جس کے ذریعے ہم اس بات کو یقینی بنانے پر زور دیں کہ مسلم بچوں کو ان کے والدین کی مرضی کے مطابق دینی اور مذہبی تعلیم کے حصول کی مکمل آزادی ہو اور اس سلسلے میں "رائٹ ٹو ایجوکیشن" یعنی "حق تعلیم" کے نام پر روڑے ڈالنے کی جو کوشش کی جا رہی ہے اس پر مدارس کے ارباب حل و عقد کو اپنے داخلی نظام درس میں جزوی ترمیمات کی ایسی راہ نکالنی ہوگی جس سے مدارس کا بنیادی ڈھانچہ متاثر نہ ہو اور شرپسندوں کو ان شوشوں کے ذریعے مدارس کو نشانہ بنانے کا موقع ہاتھ نہ آئے۔ اس لیے کہ انہیں حق تعلیم کا درد صرف مدارس کے طلبہ کے لیے اٹھتا ہے بقیہ 98/ فیصد مسلم بچے جو سچر کمیٹی کی رپورٹ کے مطابق دلتوں سے بدتر حالات سے گزر رہے ہیں اور تعلیم سے دور دو وقت کی روٹی کے لیے محنت و مزدوری کی تپش میں اپنا پھول سا بچپن جھلسا رہے ہیں انہیں قوم کے یہ بچے اور قوم کی یہ حالت دکھائی نہیں دیتی۔ اس رویے سے ان کی منصوبوں کی بھرپور عکاسی ہوتی ہے۔ لہذا اہل مدارس کو خود ہر اعتبار سے منظم ہونا ہوگا، مدارس کے معیار پر دھیان دینا ہوگا، قانون کی رو سے خامیوں کو دور کر کے علم دین کے اس کارواں کو آگے بڑھانا ہوگا ورنہ خدانخواستہ اگر مدارس پر آنچ آتی ہے تو پھر اسلامی ثقافت کو گہن میں آنے سے کوئی نہیں بچا سکتا۔

اسکول: اس وقت عصری تعلیم گاہوں میں جس طرح بھگوا ذہنیت کو دانستہ فروغ دیا جا رہا ہے اور پوری ڈھٹائی کا مظاہرہ کیا جا رہا ہے وہ اب کسی سے ڈھکا چھپا نہیں ہے۔ ایک طرف اسکول میں مسلم بچیوں کے حجاب پر اس لیے اعتراض کیا جاتا ہے کہ یہ خاص مذہبی علامت ہے جسے اسکول کی چہار دیواری میں برداشت نہیں کیا جائے گا بلکہ اسکولوں میں آپ کو سیکولر رہنا ہوگا مگر دوسری طرف جب ہندو تہوار آتے ہیں خواہ دیوالی ہو یا گنیش چترتھی وغیرہ تو اسکولوں میں کھلے عام مورتی پوجا اور آرتی کا اہتمام کیا جاتا ہے، بھجن بجائے جاتے ہیں جبکہ ان اسکولوں میں ہندو بچوں کے ساتھ مسلم بچے بھی پڑھ رہے ہوتے ہیں، اس وقت اسکول انتظامیہ کا سیکولرزم اپنی آنکھیں بند کر لیتا ہے۔ اسکولوں کی اس روش کی وجہ سے مسلم بچوں کے اندر شرکیہ مراسم کے تئیں سختی کے بجائے نرمی دیکھنے کو مل رہی ہے بلکہ کچھ مسلم مفکرین نے ان اسکولوں کا تجزیاتی مشاہدہ کیا ہے، وہ بتاتے ہیں کہ اسکولوں کے پروگراموں میں مسلم بچے "رام"، "سیتا"، "ہنومان" اور دیگر مشرکانہ کرداروں کو خوشی خوشی ادا کرتے ہیں جبکہ حیرت اور سر پیٹ لینے والی بات یہ ہے کہ اس موقع پر ان بچوں کے والدین بھی سامنے بیٹھ کر اپنے بچوں کے ان کارناموں پر کانپ جانے اور خود کو خدا کے حضور مجرم محسوس کرنے کے بجائے تالیاں بجا کر حوصلہ افزائی کر رہے ہوتے ہیں جبکہ ان والدین میں ان دینداروں کی تعداد بھی ہوتی ہے جو متشرع اور "صاحبان حج و عمرہ" کہلاتے ہیں۔ بچپن سے اس ماحول کی پرورش کا نتیجہ یہ بھی نکل کر سامنے آرہا ہے کہ اب مسلم بچیوں کے اندر غیر مسلموں سے شادی کرنے میں کوئی عار محسوس نہیں ہو رہا ہے، انہیں اپنی اسلامی شناخت محض ایک سماجی دباؤ معلوم ہونے لگی ہے، جسے ڈھوتے رہنے میں اب ان کی طبیعت سراپا احتجاج نظر آ رہی ہے اور یوں کالجوں، اسکولوں اور یونیورسٹیز کے مخلوط اور ملحدانہ ماحول اور مسلم مخالف ذہنیت کے منظم منصوبوں سے ارتداد کا ماحول دھیرے دھیرے اسلامی ثقافت کے ساتھ اسلامی نظریات اور مذہبی تشخص کو بھی نگلتا جا رہا ہے۔

اسکولوں کے ذریعے چلائی جانے والی اس مہم کا واحد حل یہ ہے کہ ہم اپنے خود کے اسکولوں کی بنیاد ڈالیں جہاں ہماری نسلیں غیر شرکیہ ماحول میں عصری تعلیم حاصل کر سکیں اس کے علاوہ اب کوئی چارہ نظر نہیں آتا۔ دعوت اسلامی نے اس سلسلے میں جو پیش رفت کی ہے اور عصری اسکول کھولنے کا سنہری سلسلہ شروع کیا ہے وہ ہم سب کے لیے لائق تقلید ہے جس کے لیے پوری ملت ان کی مرہون منت رہے گی۔ اگر یہ اقدام اور بڑے پیمانے پر کیا جائے یا پھر مسلمانوں کا سرمایہ دار طبقہ نام و نمود کے بجائے دین اور ملت کی طرف توجہ کرے تو دعوت اسلامی اور ان جیسی دیگر تنظیموں کے تحت ہر قصبہ اور علاقے میں اپنا ایک اسکول قائم کر کے ہم دین و مذہب کے تحفظ کا فریضہ انجام دے سکتے ہیں اور اپنی قوم کو اسلامی ماحول میں عصری علوم سے وابستہ کر کے انہیں دیگر اقوام کی دوڑ میں شانہ بشانہ کھڑا کر سکتے ہیں۔ مگر لمحۂ فکریہ ہے کہ اس طرف نہ ہمارے سرمایہ دار طبقے کو توجہ ہے نہ پیران حرم ہی اپنے حلقوں میں کوئی مہم چلاتے ہیں اور نہ عوامی قائدین کچھ اقدام کرنے کو تیار ہیں، سب زبانی افسوس میں لگے ہیں۔

قانونی پینل: 8 سوسالہ مسلم حکومت اس ہندوستان کی تاریخ کا انمٹ باب ہے جسے صرف نصاب میں تبدیلیوں سے محو نہیں کیا جا سکتا ہے، اس لیے کہ ہندوستان کے طول و عرض میں موجود پر شکوہ وراثتیں مسلم دور حکومت کی گواہ اور اس سنہرے دور کی یادگار ہیں جب ہندوستان میں اسلامی عدل انصاف کی بہاروں سے یہاں کا ہر طبقہ بہرہ ور ہو رہا تھا۔ یہاں کی قدیم درگاہیں، مساجد، عیدگاہیں اور تاریخی عمارتیں ہمیشہ ہمیں اپنے سنہرے ماضی سے جوڑے رکھتی ہیں اور فخر کا احساس دلاتی ہیں مگر اب ان وراثتوں پر تعصب زدہ ذہنیت کی نگاہیں اٹھنے لگی ہیں اور وقف ترمیمی بل کے ذریعے ان وراثتوں میں سیندھ لگانے کی ناپاک کوشش کی جا رہی ہے۔ پچھلے 70/60 سالوں کے درمیان ان وراثتوں کو محفوظ تصور کیا جا رہا تھا مگر اب ان کے تحفظ کا بھی مسئلہ کھڑا ہو گیا ہے اور اگر وقف ترمیمی بل پاس ہوتا ہے تو پھر ہم اپنی آنکھوں کے سامنے ہی اپنی وراثتوں کا شیش محل زمین دوز ہوتے دیکھیں گے۔ سردست اس سلسلے میں جو اقدام کیا جا سکتا ہے وہ صرف یہ کہ جذبات سے پرے ہمیں ایک مضبوط قانونی پینل تشکیل دینا ہوگا جس میں تمام مسالک اور مشارب کی شمولیت رہے، یہ قانونی پینل حکومت کی پالیسیوں کے خلاف قانونی سطح پر مضبوط آواز اٹھائے اور دستور ہند اور عدلیہ کے ذریعے حکومت کی ناک میں نکیل کسنے کا کام کرے، اس لیے کہ ہماری داخلی حالت اور شرپسندوں کی منصوبہ بند سازشوں سے نپٹنے کے لیے ایک جمہوری ملک میں قانونی چارہ جوئی کے علاوہ اور کوئی راستہ نہیں ہے۔ اس قانونی پینل میں ملک کے سیکولر ذہنیت رکھنے والے وکلا کی خدمات لی جائیں اور خود مسلم وکلا کی جماعت تیار کرنے پر بھی زور دیا جائے اور وہ بچے جو قانون کی پڑھائی کر رہے ہیں ان کی امداد کی جائے اور مالی تعاون کے ذریعے انہیں اعلیٰ قانونی پڑھائی کے مواقع فراہم کیے جائیں تاکہ مستقبل میں وہ اسلامی وراثت سے لے کر مسلمانوں کے دیگر معاملات میں غیروں کی در اندازی کے محاذ پر ڈٹ کر قانونی لڑائی لڑ سکیں۔

حاصل کلام یہ کہ کہنے اور کرنے کی بہت چیزیں ہیں اگر آج کر لی جائیں تو خوشگوار نتائج کی امید کی جا سکتی ہے اور اگر آج شیرازہ بندی نہ کی گئی اور منظم انداز میں قومی مفادات کو آگے کر کے مستقبل سازی نہ کی گئی تو ہم تو قبروں میں ہوں گے اور ہماری نسلیں یا تو ہمیں کوس رہی ہوں گی یا پھر ارتداد کی راہ چل کر اپنے دنیاوی تحفظ کا سامان کر رہی ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ جلد اس قوم کو بیداری عطا فرمائے۔

▫▫▫▫▫

بھارت میں مسلم ورثے کا تحفظ انسانی حقوق کا مسئلہ

مہتاب پیامی

ہندوستان میں مسلم ثقافتی ورثے کی خاموش نسل کشی:

ہندوستان میں مسلم ورثے کی خاموش نسل کشی ایک جامع مسئلہ ہے جس میں مسلم ثقافت اور ورثے کی تباہی، نظر اندازی اور پسماندگی شامل ہے۔ اس مسئلے کو خاص طور پر ہندوستان میں ہندو قوم پرستی کے عروج کے ساتھ حالیہ برسوں میں کافی توجہ ملی ہے۔ یہ مسئلہ ہندو قوم پرستی، سیاسی تنازعات اور تاریخی تعصب کی وجہ سے پیدا ہوا ہے جو مسلم حکمرانی کے خلاف ہے۔

مسلمانوں نے ہندوستانی ثقافت اور تاریخ میں اہم کردار ادا کیا، خاص طور پر فن اور تعمیرات کے میدان میں۔ مغلوں نے یہاں بہت سے یادگاروں کی تعمیر کی اور انتہائی اہم ورثہ چھوڑا، جیسے تاج محل، لال قلعہ، اور جامع مسجد۔ انھوں نے یہاں نئے خیالات اور طریقے اپنائے اور اپنے وقت کی جدید ترین ٹیکنالوجی متعارف کرائی، جو ملک کی ثقافتی تنوع میں اضافہ کا باعث بنی۔

ہندو قوم پرستی بھارت میں مسلم ورثے کو مٹانے میں اہم کردار ادا کر رہی ہے۔ یہ تحریک ہندو ثقافت کو فروغ دیتی ہے جبکہ دیگر مذہبی گروہوں، خاص طور پر مسلمانوں کو نظر انداز کرتی ہے۔

ہندوستان میں مسلمانوں کے ورثے کا مٹایا جانا نہ صرف علامتی طور پر نقصان دہ ہے بلکہ یہ ان یادگاروں کے تحفظ اور ان کی تاریخی اہمیت کے اعتراف پر بھی اثر انداز ہوتا ہے۔

ہندوستان میں مسلمانوں کی جڑوں کو مٹانے پر پاکستان اور بھارت کے درمیان سیاسی تناؤ نے بھی اثر ڈالا ہے۔ دونوں ممالک کافی عرصے سے متنازعہ صوبہ کشمیر پر اختلافات کا شکار ہیں، جس کے نتیجے

میں ماضی میں کئی جنگیں ہو چکی ہیں۔ اس کی وجہ سے یہاں مسلمانوں کو عام طور پر پاکستان سے منسوب کیا جاتا ہے اور انھیں ہندوستانی سکیورٹی اور وحدت کے لیے خطرہ تصور کیا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں یہاں تاریخی تعصب بھی کارفرما ہے۔ بھارت میں مسلم دورِ حکومت کو اکثر ظلم وستم کا دور قرار دیا جاتا ہے، جب کہ مسلم حکمرانوں اور علما کی خدمات کو یا تو مکمل طور پر نظر انداز کیا جاتا ہے یا گھٹا کر کے پیش کیا جاتا ہے۔

۴۶ رویں ورلڈ ہیریٹیج کمیٹی میٹنگ کا انعقاد:

ہندوستان میں ۴۶ رویں ورلڈ ہیریٹیج کمیٹی میٹنگ کا انعقاد 21 سے 31 جولائی 2024 کے درمیان ہوا۔ اس ایونٹ کی ویب سائٹ پر تاج محل کی تصویر انتہائی فخریہ انداز میں دکھائی گئی ہے، جو ہمارے کے شاندار ماضی کی علامت ہے۔ تاہم، اس یادگار کو بھارت کے ورثے کی نمائش کے لیے استعمال کرنا ایک طرف تو طنز ہے اور دوسری طرف انتہائی تکلیف دہ۔ ایک طرف تو تاج محل کو، جو بھارت کی فن تعمیر کی عظمت اور مغلیہ دور (1526-1857) کے شاندار ثقافتی ورثے کی گواہی دیتا ہے، اسے پیش کیا جا رہا ہے، اور دوسری طرف مسلم ورثے کے منظم خاتمے کا عمل جاری ہے۔ یہ تضاد تشویش ناک ہے۔ ایک طرف تاج محل کو عالمی سطح پر بھارت کے حسن کی علامت کے طور پر سراہا جا رہا ہے، اور دوسری طرف حکومت اور عوام کے کچھ حلقے مسلمانوں کی تاریخی اور ثقافتی موجودگی کو ختم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

ثقافتی مقامات پر حملے:

ثقافتی مقامات پر حملوں کا دور 1992 میں بابری مسجد کی تباہی سے شروع ہوا۔ 6 دسمبر 1992 کو بابری مسجد کو ہندو کار سیوکوں نے، جو بھارتیہ جنتا پارٹی (بی جے پی) اور آر ایس ایس سے وابستہ تھے، منہدم کر دیا۔ اس ہجوم کی قیادت ایل کے اڈوانی کر رہے تھے، جو ایک ممتاز بی جے پی رہنما تھے۔ انھوں نے منصوبہ بند سازش کے تحت 400 سال سے زیادہ پرانی مسجد کو گرا دیا مگر انتہائی افسوس کہ دنیا نے اس منظم تباہی کی طرف زیادہ توجہ نہیں نہیں دی، غالباً اسے ہندو مسلم فسادات کی محض ایک کڑی سمجھا گیا، لیکن سچ تو یہ ہے کہ یہ صرف فساد نہیں تھا۔ بابری مسجد کی تباہی مسلمانوں کے خلاف ایک سیاسی اور وجودی کارروائی تھی، جس نے ان کی ہندوستانی شناخت کو سوالیہ نشان بنا دیا۔ تب سے تا حال مسلمانوں کی انفرادی اور اجتماعی شناخت کو مسلسل نشانہ بنایا جا رہا ہے، جس سے سیکولر قومی تشخص بکھر رہا ہے۔

ایریزونا اسٹیٹ یونیورسٹی کے شعبۂ تاریخ اور مطالعاتِ امن کی پروفیسر محترمہ یاسمین سائیکا لکھتی ہیں:

”میں نے بابری مسجد کی تباہی کے بعد کے حالات کا ذاتی طور پر مشاہدہ کیا۔ 8 دسمبر کی صبح جب میں امریکہ سے نئی دہلی پہنچی تو مجھے ایک عجیب خاموشی کا سامنا کرنا پڑا۔ پروازیں منسوخ ہو چکی تھیں، اور ہوائی اڈے کا عملہ میری کسی قسم کی مدد کرنے سے انکاری تھا، خاص طور پر جب انہوں نے میرا پاسپورٹ چیک کر کے پہچان لیا کہ میں مسلمان ہوں تو میری کسی بھی قسم کی مدد نہیں کی گئی۔ وہاں سے باہر نکلنا بھی ممکن نہیں تھا، دہلی کرفیو کی زد میں تھا۔ میں ٹرمینل میں بیٹھی تھی، جہاں موت جیسی خاموشی تھی، اور مجھے اپنی سلامتی کے بارے میں شدید تشویش لاحق تھی۔ مجھے احساس ہوا کہ میرا وطن، جسے میں جانتی تھی ایک زبردست تبدیلی سے گزر چکا ہے۔ اس تباہی نے واضح کر دیا کہ مسلمانوں اور ان کی تاریخ کو اب ”باہر والی“ سمجھا جا رہا ہے، اور ان کی ہزار سالہ وراثت کو مذہبی قوم پرست سیاست کے ذریعے مٹانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اب مذہب ایک ذاتی معاملہ نہیں رہا تھا؛ بلکہ اسے عوامی مباحثے اور ہتھیار کے طور پر استعمال کیا جا رہا تھا۔ بھارت میں مسلمانوں، جو دنیا کی سب سے بڑی مذہبی اقلیت ہیں، کو اپنی بقا کا شدید خطرہ لاحق تھا۔ بابری مسجد کی تباہی مسلمانوں کو بھارت کی سرزمین سے مٹانے کی ابتدا تھی، اور مسلمانوں کی تاریخی موجودگی کو مٹانے کی یہ مہم جاری ہے۔“

بابری مسجد کی تباہی کے بعد کے برسوں میں، متعدّد دیگر مسلم ورثہ مقامات، بشمول مساجد، صوفی خانقاہیں، لائبریریاں، کمیونٹی مراکز، اور نجی مکانات کو بھی اسی قسم کی تباہی کا سامنا کرنا پڑا۔ مسلمانوں کی تاریخ کو مٹانے کی یہ منظم اور منصوبہ بند کوشش آج بھی فخریہ پیش کی جاتی ہے۔ ہر مسجد کے انہدام کو ایک عوامی تقریب میں تبدیل کیا جاتا ہے، جہاں لوگ ہتھیاروں کے ساتھ ان مقامات کو گراتے ہیں، اور ریاست کی خاموش تائید کے ساتھ یہ تماشا چلتا ہے۔ اور ہزاروں لاکھوں لوگ وحشت و بربریت کا یہ ننگا ناچ دیکھ دیکھ کر لطف اندوز ہوتے ہیں۔

عمارتیں محض اینٹ اور پتھر سے نہیں بنی ہوتیں؛ وہ ماضی کی

یادیں اور ان گنت نسلوں کی قربانیوں، خوابوں، روز مرہ کی زندگیوں، جذبات اور احساسات کی علامت ہوتی ہیں۔ مگر ان مسمار کرنے والوں کے لیے ماضی کی ان عمارتوں میں موجود احساسات اور جذبات کی کوئی قدر نہیں؛ ان کا مقصد ہندوستانی مسلمانوں کو ماضی سے کاٹ دینا اور انہیں ہندوستان کے مستقبل سے خارج کرنا ہے۔

افسوس کی بات یہ ہے کہ ورلڈ ہیریٹیج کمیٹی کے 46ویں اجلاس میں بھارت میں مسلم تاریخ کے خاتمے کا نوٹس تک نہیں لیا گیا۔

محترمہ یاسمین سائیکا لکھتی ہیں:

”ایک ہندوستانی مورخ کی حیثیت سے، میں اس درد سے بخوبی واقف ہوں جو مجھے بابری مسجد کی تباہی پر محسوس ہوا تھا۔ میں عالمی ورثہ کمیٹی کے رہنماؤں سے سوال کرتی ہوں کہ کیا وہ ان مسلمانوں کا درد محسوس کرتے ہیں جن سے ان کا ورثہ اس لیے چھینا جا رہا ہے کہ وہ صرف مسلمان ہیں؟ کیا تاریخ کو مٹایا جا سکتا ہے؟ کیا تاریخ صرف اکثریتی طبقے کی مرضی اور تشدد سے ختم کی جا سکتی ہے؟“

تباہ شدہ عمارتوں کا ماتم:

مسلم مقامات کی تباہی کی فہرست اتنی طویل ہے کہ اس کا مکمل مطالعہ کرنا ممکن نہیں؛ یہ سلسلہ ابھی جاری ہے۔ اس خوفناک اور تباہ کن منظر نامے میں، کسی چیز کو بخشا نہیں جا رہا، تاریخی مساجد سے لے کر نئی تعمیر شدہ اور منظور شدہ مساجد، ان صوفیوں کے مزار جو بقائے باہمی اور رواداری کا درس دیتے تھے، عوامی کتب خانے، مدارس، قبرستان، عوامی مقامات، اور اسی طرح دیگر مقامات آئے دن تباہ کیے جا رہے ہیں یا جان بوجھ کر نظر انداز کیے جا رہے ہیں۔ اس تباہی کو مسلمانوں کی جانب سے ماضی میں مبینہ طور پر 880 ہندو مقامات کی تباہی کا بدلہ سمجھا جاتا ہے، حالانکہ مورخین کی تفصیلی مطالعاتی تحقیق سے ان دعوؤں کا جھوٹ پر کھل کر سامنے آ چکا ہے۔ ان مقامات کو طاقت کے زور پر دوبارہ حاصل کرنے کا مقصد بی جے پی کے رہنما اور ان کے حامیوں کے مطابق بھارت کو ثقافتی اور جغرافیائی طور پر پاک کرنا اور بھارت کے حقیقی مالکین کے طور پر ہندوؤں کا دعویٰ مضبوط کرنا ہے۔

مسلم مقامات کی بڑے پیمانے پر تباہی کا آغاز 2002 میں گجرات میں گودھرا نسل کشی کے دوران ہوا۔ اس وقت گجرات کے خلد آباد میں 230 منفرد عمارتیں تباہ ہوئیں، جن میں ایک 400 سال پرانی مسجد اور صوفی ولی گجراتی کا مزار شامل تھے، اس دہشت گردی میں قرآن مجید کے ایک قدیم ترین تاریخی نسخے کو نذرِ آتش بھی کیا گیا۔ مورخین اور ماہرین اس تباہی کا موازنہ افغانستان میں بامیان کے بدھ مجسموں کی تباہی یا ماؤسٹ ریڈ گارڈز کے ہاتھوں تبتی خانقاہوں کی بربادی سے کرتے ہیں۔

تب سے آج تک مذہبی قوم پرستوں نے دہلی اور بھارت بھر میں بے شمار مساجد اور مزارات کو منہدم کیا ہے۔ صرف دہلی میں، ہزار سال پرانا صوفی بزرگ بابا حاجی روزبہ کا مزار مسمار کر دیا گیا، 700 سال پرانی آخوندجی مسجد، مشہور جنۃ الفردوس مسجد، سرائے کالا خان مسجد اور مدرسہ کو زمین بوس کر دیا گیا۔ 2020 کے دہلی فسادات میں 16 مساجد کو تباہ کیا گیا۔ (الہ آباد) پریاگ راج شہر کی شاہی مسجد اور مظفر نگر کی 300 سال پرانی تاریخی مسجد کو حال ہی میں سڑکوں کی توسیع کے بہانے مسمار کر دیا گیا۔ اسی طرح کے حالات گجرات، حیدرآباد، مہاراشٹر، مدھیہ پردیش اور کرناٹک میں بھی پیدا ہوئے۔ تادمِ تحریر دہلی کی تاریخی سنہری مسجد، بدایوں کی 800 سال قدیم شمس مسجد، وارانسی کی گیان واپی مسجد کمپلیکس، متھرا کی شاہی عید گاہ، حیدرآباد میں مومن چپ کا مزار، گیا کی شاہی مسجد، مغربی بنگال کی چھوٹی سونا مسجد، اور دہلی کے نواح میں قطب مینار کمپلیکس کی مسجد سمیت دیگر کئی مقامات خطرے کی زد میں ہیں۔

مسلمانوں کے ماضی کی تباہی صرف مساجد تک محدود نہیں ہے۔ 2023 میں ہریانہ کے نوح میں 300 سے زائد مسلم گھروں کو تباہ کر دیا گیا، جولائی 2024 میں دائیں بازو کے ہندو گروہوں نے مسلم گاؤں گاجاپور کو تباہ کر دیا۔ بہار کے سو سالہ قدیم عزیزیہ مدرسہ پر حملہ کیا گیا اور اس کی 4500 نایاب کتابیں جلا کر قبرستان میں پھینک دی گئیں۔

تاریخی مقامات کے ناموں کی تبدیلی:

اسلام اور مسلمانوں سے منسوب تاریخی ورثے کی تباہی کے ساتھ ساتھ اسلام اور مسلمانوں سے منسوب مقامات کے نام بھی تبدیل کیے جا رہے ہیں۔ مثال کے طور پر، 2018 میں الہ آباد کا نام بدل کر پریاگ راج کر دیا گیا تاکہ اس کے مغل ماضی سے فاصلہ رکھا جا سکے۔ اسی طرح، فیض آباد کا نام تبدیل کر کے ایودھیا رکھ دیا گیا۔ یہاں تک کہ مغل سرائے ریلوے اسٹیشن کا نام بدل کر دین دیال اپادھیائے جنکشن رکھا گیا، جو بی جے پی کے پیش رو تنظیم بھارتیہ جن سنگھ کے ایک رہنما تھے۔ ہندو قوم پرستوں کا مطالبہ ہے کہ قطب مینار وشنو ستمبھ اور مشہور مغل عمارت، تاج محل کو ”تیجو مہالیہ“ کا نام

دے کراسے ہندو شیو مندر قرار دیا جائے۔

ہم کسی عمارت کے ڈھانچے کے نقصان پر افسوس نہیں کر رہے ہیں، یہ ہماری سیکولر روح کے نقصان کا معاملہ ہے۔ مشہور مورخ آنند پٹوردھن "کہتے ہیں:

"بابری مسجد اور دیگر مساجد کی تباہی نے نہ صرف بھارت کی سیکولر روح کو نقصان پہنچایا ہے بلکہ ہماری صلاحیت کو بھی کم کر دیا ہے کہ ہم ان عمارتوں میں مضمر خوبصورتی، جذبات، احساسات، قربانیوں، ہنر، فن، اور محنت کو سراہ سکیں۔ یہ عمارتیں انسانیت کے منصوبے کی گواہی دیتی ہیں۔ ان کو تباہ کرنا اس بات کے مترادف ہے کہ ہم اپنے ماضی کے لوگوں کو اس طرح نظر انداز کریں گویا وہ انسان ہی نہیں تھے۔ یہ وہ چیز ہے جس کا ہمیں، انسانوں کے ایک اجتماعی گروہ کے طور پر، ماتم کرنا چاہیے۔

ورثہ کیوں اہم ہے؟

ثقافتی ورثہ محض ایک عمارت نہیں ہے اور نہ ہی صرف ایک ایسا وسیلہ جسے محفوظ رکھا جائے، یہ ان کہانیوں کا ایک مرکزی عنصر ہے جو معاشرہ اپنے بارے میں بیان کرتا ہے۔ بھارت میں مسلمانوں کا ماضی کسی غیر ملکی قوم کا نہیں ہے جو یہاں حملہ آور ہوئی، لوٹ مار کی اور تباہی پھیلائی۔ نہ ہی مسلمانوں کے لیے بھارت محض معاشی یا جغرافیائی توسیع کا مقام تھا، جہاں لوگ ذاتی فائدے کے لیے آئے تھے، حالانکہ یہی وہ بیانیہ ہے جو آر ایس ایس (راشٹریہ سویم سیوک سنگھ) کے بانیوں میں سے ایک، ایم ایس گولوالکر نے اپنی کتاب میں مسلمانوں کی بھارت میں دلچسپی کو بیان کرتے ہوئے پیش کیا۔

جیسا کہ معروف مؤرخ باربرا مٹکاف نے 1995 میں ایسوسی ایشن فار ایشین اسٹڈیز کے صدارتی خطاب میں مؤثر انداز میں بیان کیا:

"بھارت مسلمانوں کے لیے ان کا مادر وطن ہے اور "فرشتوں کا آرام گاہ" ہے۔ مسلمانوں کے بھارت سے اس گہرے تعلق کو نظر انداز کرنا اور ان کی تخلیق کردہ تاریخ کو ایک اسٹریٹجک حربے کے طور پر استعمال کرنا تاکہ ایک یکساں ہندو قومی شناخت کی تعمیر کی جاسکے، قطعی نامناسب ہے۔"

مسلمانوں کے ورثے کے مقامات کی تباہی مسلمانوں کی تاریخی معلومات اور ان کی قومی تاریخ کے اہم حصے کے طور پر تسلسل کو توڑ دیتی ہے۔ یہ دانستہ تباہی مسلم برادری کے مقام اور تعلق کے احساس کو متاثر کرتی ہے؛ یہ ایک منظم "ثقافت کشی" کا عمل ہے۔ جنگ کی صورت میں ثقافتی جائیداد کے تحفظ کے لیے دی ہیگ کنونشن (1954) کے مطابق ممالک کو اس بات کو یقینی بنانے کی ضرورت ہے کہ تاریخی ورثہ نقصان یا غلط استعمال سے بچا رہے۔ لیکن عام حالات میں ورثے کی عمارتوں کی تباہی کا کیا ہوگا؟

مسلم ورثے کا تحفظ انسانی حقوق کا مسئلہ:

بھارت میں مسلم ورثے کا تحفظ انسانی حقوق کا مسئلہ ہے، جو اظہار رائے، سوچ، ضمیر اور مذہب کی آزادی سے جڑا ہوا ہے۔ بھارت میں مسلم ورثے کی حفاظت کو اب مزید نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ ایک موقع تھا جب دہلی میں ۴۶/ویں ورلڈ ہیریٹیج کمیٹی میٹنگ میں عالمی رہنماؤں کو اس موضوع پر گفتگو کرنے کی ضرورت تھی، مگر یہ اجلاس بھی ماضی کی طرح "نشستن، گفتن، برخاستن" کے تکون میں سمٹ کر رہ گیا، حالاں کہ یہ اجلاس ورثے کی اہمیت پر غور وفکر کرکے نہ صرف عمارتوں بلکہ ان لوگوں کے خلاف مستقبل میں ہونے والے تشدد کو روکنے میں اہم کردار ادا کر سکتا تھا جن کی سلامتی کو سب سے زیادہ ترجیح دی جانی چاہیے۔ ■■■

اسلامی ثقافت کا فلسفیانہ اور روحانی پہلو مٹتا جارہا ہے

محمد شاہد رضا نعمانی، مشرقی چمپارن

جب وقت کی آندھیاں تہذیبوں کے دامن کو الجھا دیتی ہیں اور تاریخ کی گرد گزرے ہوئے زمانوں کی رونقوں کو ماند کر دیتی ہے، تب ایک قوم کی بقا کا انحصار اس کے ثقافتی ورثے کی حفاظت پر ہوتا ہے۔ ہندوستان کی سرزمین پر اسلامی ثقافت کی مانند ایک شجر سایہ دار اگا تھا، جس کی شاخیں علم وعرفان سے پھوٹیں اور جس کے پھلوں نے معاشرت، سیاست، اخلاق اور روحانیت کے میٹھے ذائقے بخشے۔ مگر آج کا دور، جو کہ تیز رفتار زندگی، مغربی مادیت اور فکری بے سمتی کا دور ہے، اسلامی ورثے کو ایک خوابیدہ حقیقت بنا دینے پر مصر ہے۔ یہ ورثہ اب

محض کتب خانوں میں دبے پرانے اوراق کی شکل میں یا ان گلی کوچوں میں معدوم یادگاروں کی صورت میں رہ گیا ہے جہاں کبھی وقت کے ولیوں کے قدموں کی چاپ سنائی دیتی تھی۔

آج، جب کہ ہندوستان کی فضا میں اسلام کی روحانی مہک مدھم ہو رہی ہے، ضرورت اس امر کی ہے کہ اس ورثے کو محض عمارتوں کی مرمت اور کتابوں کے تحفظ تک محدود نہ کیا جائے، بلکہ اسے دلوں کی دنیا میں پھر سے زندہ کیا جائے۔ یہ ورثہ ایک خزینۂ نایاب ہے، جس کی ہر چمک تاریخ کے ان سنہرے لمحات کو یاد دلاتی ہے جب انسانیت، فلسفے اور اخلاق کے بلند ترین معیاروں پر قائم تھی۔ یہ وہ روشنی ہے جو ہر اندھیرے میں امید کی کرن تھی، ہر طوفان میں سکون کا ساحل تھی۔

مگر آج کے اس بے رحم ماحول میں، جہاں ہر چیز کو معاشی فائدے کے ترازو میں تولا جاتا ہے، اسلامی ثقافت کا فلسفی اور روحانی پہلو مٹتا جا رہا ہے۔ وہ منارِ نور، جو علم و معرفت کا سرچشمہ تھا، اب مٹی کی بوجھل تہوں تلے دفن ہوتا جا رہا ہے۔ وقت کی اس زبردست آندھی کا مقابلہ صرف وہی قوم کر سکتی ہے جس کی جڑیں اپنے ثقافتی ورثے میں پیوست ہوں، اور یہ ورثہ محض ایک عمارت نہیں، بلکہ وہ نظریہ ہے جو دلوں کو منور کرتا ہے، روحوں کو سکون بخشتا ہے، اور زندگی کی حقیقی معنویت کی جانب رہنمائی کرتا ہے۔

اسلامی ثقافت ہندوستان کی تاریخ میں ایک ایسی قندیل رہی ہے، جس کی روشنی نے صدیوں تک نہ صرف اس خطے کو منور کیا بلکہ دنیا بھر کے علوم و فنون کو ایک نیا رخ دیا۔ یہ ثقافت محض مذہبی عقائد کا مجموعہ نہیں تھی، بلکہ ایک ہمہ جہت تہذیب تھی، جس میں انسان کی روحانی تربیت، اخلاقی پختگی، علمی ترقی، اور فکری آزادی کو اولین حیثیت حاصل تھی۔ اسلامی ورثے کا سب سے عظیم پہلو اس کا وہ فلسفیانہ نظام ہے، جس نے انسان کو مادیت کی گہری کھائیوں سے نکال کر اخلاقی و روحانی بلندیوں تک پہنچایا۔ آج جب ہر طرف مادیت اور فکری زوال کی چادر تنی ہوئی ہے، یہ ورثہ اپنی حفاظت کے لیے آواز دے رہا ہے۔

اسلامی ثقافت کی جڑیں ہندوستان کی مٹی میں اتنی گہری پیوست تھیں کہ اس نے یہاں کی ہر چیز کو اپنی معنویت سے مالا مال کر دیا۔ تاج محل سے لے کر جامع مسجد تک، دہلی کی گلیوں سے لے کر لکھنؤ کے مدرسوں تک، اسلامی ورثے نے نہ صرف عمارتیں تعمیر کیں، بلکہ دلوں میں اخلاق، علم اور حکمت کے مینار کھڑے کیے۔ وہ صوفی درویش، جنہوں نے اپنی چادر کو علم و عرفان کے نور سے مزین کیا، وہ علماء جن کی زبانوں سے فلسفہ بہتا تھا، اور وہ مصلحین جنہوں نے فکر و عمل کی راہوں کو روشن کیا، سبھی اس تہذیب کے عظیم معمار تھے۔

مگر آج، جب کہ ہر طرف جدیدیت کے نام پر ایک فکری خلا پیدا ہو چکا ہے، اسلامی ورثہ محض ایک یادگار بن کر رہ گیا ہے۔ وہ مدرسے جہاں کبھی فلسفہ، منطق، تصوف اور اخلاقیات کی درس گاہیں ہوا کرتی تھیں، آج اپنی اہمیت کھو رہے ہیں۔ وہ کتابیں جو کبھی فکری آسمانوں کی بلندیوں تک لے جاتی تھیں، آج کے نوجوانوں کی نظروں سے اوجھل ہیں۔ ایسا لگتا ہے جیسے وقت کی دھول نے ان روشن ستاروں کو ڈھانپ دیا ہو، اور ہم اندھیرے میں کسی روشنی کی تلاش میں سرگرداں ہیں۔

یہ فکری زوال صرف عمارتوں یا کتابوں تک محدود نہیں، بلکہ ہمارے دلوں اور ذہنوں میں سرایت کر چکا ہے۔ اسلامی ورثہ، جو کہ ایک زندہ تہذیب تھی، آج محض ایک تاریخی داستان بن کر رہ گیا ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ اس ورثے کو زندہ کیا جائے، اسے دلوں میں جگہ دی جائے، اور اسے ایک نظریہ کے طور پر فروغ دیا جائے۔ یہ ورثہ محض ماضی کی داستان نہیں، بلکہ ہمارے حال اور مستقبل کی بنیاد ہے۔

ہندوستان میں اسلامی ثقافت کی بقا صرف عمارتوں کے تحفظ سے ممکن نہیں، بلکہ ہمیں اس تہذیب کی روح کو سمجھنا ہوگا۔ وہ اخلاقی اصول جو اسلامی ورثے کا مرکز تھے، آج کے دور میں بھی اتنے ہی اہم ہیں جتنے صدیوں پہلے تھے۔ یہ اصول ہمیں مادیت کی جکڑ بندیوں سے آزاد کر کے روحانیت، محبت، بھائی چارے، اور اخلاقی بلندی کی جانب لے جاتے ہیں۔ اسلامی فلسفے کی یہ وہ روشنی ہے جسے آج کے تاریک دور میں دوبارہ زندہ کرنا ہماری ذمہ داری ہے۔

آج جب دنیا سرمایہ دارانہ نظام اور مادہ پرستی کے جال میں پھنسی ہوئی ہے، اسلامی ورثے کی وہ فکری بنیادیں ہمیں یاد دلاتی ہیں کہ زندگی کا مقصد محض مال و دولت کا حصول نہیں، بلکہ ایک اعلیٰ اخلاقی اور روحانی زندگی کا قیام ہے۔ اسلامی ثقافت ہمیں یہ سکھاتی ہے کہ دنیا کی ہر چیز فانی ہے، مگر انسان کا کردار، اس کا اخلاق اور اس کی روحانی بلندیاں اسے دائمی بناتی ہیں۔ اس ورثے کا تحفظ محض عمارتوں کو محفوظ کرنے تک محدود نہیں ہونا چاہیے، بلکہ ہمیں اپنے دلوں میں اس کے اصولوں کو زندہ کرنا ہوگا۔ **(باقی ص:46 پر)**

۱۹ویں صدی کے روسی ادب میں اسلامی اثرات

مہتاب پیامی

اسلام روس کے مذہبی ورثے کا ایک اٹوٹ حصہ ہے۔ اس کے ساتھ اس کی تہذیب کی تعامل کا آغاز نویں صدی عیسوی میں ہوا اور یہ مختلف شکلوں میں آج تک جاری ہے۔ ہم یہاں انیسویں صدی کا ذکر کریں گے۔

اس مضمون میں ہم نے انیسویں صدی کے روسی ادب کا انتخاب کیا ہے سطور ذیل میں قرآن کے روسی زبان میں ترجموں سے لے کر چند ممتاز روسی شاعروں اور ادیبوں کی تحریروں پر اسلامی اثرات کا جائزہ لیا گیا ہے۔

۱۸ویں صدی میں روس عرب ثقافتی تعلقات:

روسی ادب کے پروفیسر عین شمس یونیورسٹی کے سابق ڈین ڈاکٹر مکرم الغمری کی کتاب "روسی ادب میں عربی اور اسلامی اثرات" کے مطابق 18ویں صدی میں روس عرب ثقافت کے باہمی تعلقات کافی گہرے تھے، یہ تعلقات روس کے عظیم ترین حکمران پیٹر I (پیٹر دی گریٹ) کے زیر سایہ پروان چڑھے، جو 1682 سے 1725 تک روس کے حکمراں تھے۔ انہیں روسی تاریخ کے سب سے کامیاب حکمرانوں میں شمار کیا جاتا ہے۔

پیٹر I کی سرپرستی میں، عربی زبان وادب کی پرنٹنگ کے لیے پہلا پریس اینٹیوخ کینٹمر (1708-1744) نے قائم کیا، اینٹیوخ کینٹمر اپنے وقت کے سب سے مشہور مفکر اور سفارت کار مانے جاتے تھے۔ اس دور میں، روس کے ثقافتی حلقوں میں قرآن کے روسی زبان میں ترجمے کا آغاز ہوا، جس سے روسی ثقافت پر براہ راست اثرات مرتب ہونے لگے۔

ڈاکٹر مکرم الغمری نے وضاحت کی کہ قرآن کا پہلا ترجمہ روسی زبان میں 1716 میں سیزر پیٹر I کے دور حکومت میں شائع ہوا تھا۔ یہ ترجمہ دراصل فرانسیسی مستشرق "دی یوری" کے 1674 میں فرانسیسی زبان میں کیے گئے ترجمہ کی بنیاد پر تھا۔

اس تناظر میں روسی ادب کی مصری پروفیسر ڈاکٹر دینا محمد عبدہ، نے مصری پبلشنگ ہاؤس کے زیر اہتمام شائع ہونے والے ادبی ناول "دی ناول" میں ایک تحقیقی مقالے میں لکھا کہ اس ترجمے کے بعد قرآن کے کئی دیگر ترجمے بھی کیے گئے۔ ان ترجموں کے ذریعے ہی روس کے شہزادہ الیگزینڈر پوشکن نے قرآن پر اظہار خیال کیا۔

اس پہلے ترجمے کے بعد مزید کئی ترجمے کیے گئے، جن میں 1972 میں الیکسی کولماکوف، 1864 میں نکولایوف، اور 1877 میں سابلوکوف کا ترجمہ شامل ہے۔ ان سب کے بعد روسی محقق کرشکوفسکی کا ترجمہ آیا، جو عربی سے براہ راست روسی زبان میں قرآن کا پہلا سائنسی ترجمہ سمجھا جاتا ہے۔

اپنی کتاب " Notes in the Eastern Western Synthesis of Pushkin Poetry" میں سوویت نقاد برانکنسکی نے نوٹ کیا کہ قرآن دسمبر تحریک (1825) سے پہلے کے دور میں ہیروانہ خیالات، بہادری اور خود کو شکست دینے کی جدوجہد کا ایک ذریعہ بن چکا تھا۔

کتاب کے دوسرے حصے میں، جس میں ان کی تحریریں اور تقاریر شامل ہیں، ادیب و نقاد چادائیف نے کہا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت قومی تحریک کے عقل مند طبقے کے لیے ایک مثالی نمونہ بن گئی۔ انھوں نے حضرت محمد ﷺ کی عظمت کو بھی بیان کیا، جو نئی دعوت کا پرچم لے کر آئے، اور وضاحت کی کہ مشرق میں "مذہبی جوش" کے ابھرنے کا سہرا انھی کے سر ہے۔

مذکورہ کتاب " Notes in the Eastern Western Synthesis of Pushkin Poetry" میں روسی شعرا کی اسلام اور قرآن سے عقیدت کے بارے میں " A Holy Verse of the Qur'an ... A Manuscript in Gold" کے عنوان سے بھی ایک باب موجود ہے۔

گوردیکف کے مطابق قرآن کی آیات اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت انقلابی اور اخلاقی اقدار کی حامل تھیں جنہوں نے 19ویں صدی کے روسی شاعروں کو متاثر کیا۔

وکٹر بوکاڈیف نے اپنی تحقیق "روس میں اسلام اور روسی اسلام" (2012) میں ذکر کیا کہ پہلے روسی ادیب جنھوں نے اسلام کے بارے میں تحسینی کلمات کہے، شاعر جاور یلا دیرژاوین (1743-1816) تھے، جن کا بچپن روس کے مسلم اکثریتی شہر قازان میں گزرا تھا۔ اگرچہ وہ اسلام کی گہری سمجھ بوجھ کا اظہار کرنے والے اولین افراد میں سے ایک تھے، لیکن سب سے زیادہ شہرت روس کے شہزادہ شاعر الیگزینڈر پوشکن کو ملی۔ وہ روس کے نمائندہ شاعر مانے جاتے ہیں، اپنی حیات میں وہ قرآنی تعلیمات اور سیرتِ رسولِ اکرم ﷺ سے بے حد متاثر تھے۔

روسی ادب کا نقطۂ آغاز-الیگزینڈر پوشکن:

"تمام موجودہ ادیبوں کی کہکشاں پوشکن کی رہنمائی پر کام کرتی ہے، ان کے بعد ادب میں کچھ نیا نہیں ہوا۔ ادب کا آغاز انھی کے ساتھ ہوا، انھوں نے ہمیں راستہ دکھایا، اور ہم نے اس سے کم ہی کیا جو انھوں نے ہمیں سکھایا۔"

ڈاکٹر مکرم الغمری کا بھی یہی خیال ہے، وہ بھی یہی کہتے ہیں، الیگزینڈر پوشکن روسی ادب کا چمک دار سورج اور اس کا نقطہ آغاز ہیں۔

پوشکن کے مشرق اور اسلام کے زیر اثر آنے کی کئی وجوہات ہیں، ایک تو یہ کہ وہ اس دور میں باحیات تھے جب روس میں مستشرقیت کا عروج تھا، انھوں نے قرآن کو میخائیل ویریوفکن کے 1790 میں کیے گئے ترجمے کا مطالعہ کیا اور اس سے متاثر ہوئے۔ ایک دوسری وجہ اور بھی تھی اور وہ تھا ان کا نسبی تعلق جو کسی نہ کسی طرح ترکی کے ایک خاندان سے جا ملتا تھا، اس تعلق نے انھیں مشرق میں مزید گہرائی سے غوطہ لگانے کی تحریک دی۔

پوشکن کے دادا ابراہیم ہانیبال کا تعلق ترکی سے تھا، وہ یتیم تھے اور غلام بنا کر بیچ دیے گئے تھے۔ چنانچہ ایک روسی سفیر نے انھیں خریدا اور زار روس پیٹر I کی خدمت میں پیش کیا، زار روس نے ابراہیم کو طبقۂ اشرافیہ کی روایت کے تحت اپنایا۔ وقت گزرنے کے ساتھ، پیٹر اول کا اعتماد ابراہیم ہانیبال گہرا ہوتا چلا گیا، ابراہیم کو کئی ذمہ داریاں سونپ دی گئیں۔ بالآخر اسے فوجی تربیت کے لیے فرانس بھیجا گیا، جب وہ فرانس سے فوجی تربیت حاصل کر کے روس واپس آیا تو ابراہیم کو روسی فوج میں جنرل کے عہدے پر ترقی دی گئی، اس نے اپنی جرأت وہمت، بہادری اور حکمتِ عملی سے زار روس کی فوج کو کافی فائدہ پہنچایا جس کے عوض اسے ایسے ایسے تمغوں سے نوازا گیا جو پہلے کبھی کسی روسی شخص کو نہیں دیے گئے تھے۔ ماہر بشریات انوچین نے 1990 کی دہائی میں پوشکن کے نسب کو متعدد حوالوں سے ثابت کیا ہے۔

ڈاکٹر مکرم الغمری کے مطابق پوشکن ایک بار "اودیسا" میں کافی عرصہ مقیم رہے، جہاں ان کے تعلقات ایک مصری ملاح "علی" سے استوار ہو گئے، یہ 1823 کی بات ہے، اور پوشکن نے اپنی تحریروں میں اس دور کو اپنی زندگی کا عہدِ زریں قرار دیا ہے۔ "علی" سے ان کو اس قدر محبت تھی کہ اکثر وہ کہتے: کون جانتا ہے، شاید میرا دادا ابراہیم علی کے دادا کا کسی طرح کوئی قریبی رشتہ دار رہا ہو۔ علی کی قربت نے بھی اسے اسلامی تعلیمات کی طرف بحسن وخوبی مائل کیا۔

پوشکن نے روسی اور بین الاقوامی لائبریری کی پہلی اور دوسری کتابیں شائع کیں، جن کے عنوانات بالترتیب (Simulating the Qur'an) "قرآن کی تقلید" اور (The Prophet) "نبی" تھے۔

Simulating the Qur'an نامی کتاب 1824 میں لکھی گئی تھی اور "The Prophet" 1826 میں لکھی گئی۔

"The Prophet" "نظم میں نبی اکرم ﷺ کو دعوت دین کی شروعات میں جن مشکلات کا سامنا کرنا پڑا، ان کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہ نظم پوشکن کے اپنے خود انقلابی احساسات سے ہم آہنگ ہے، جس میں غار حرا میں پیش آنے والے واقعے اور لیلۃ القدر کی شاعرانہ اور رومانوی انداز میں تصویر کشی کی گئی ہے۔ کیا۔

جب پوشکن نے ہمارے نبی محمد ﷺ کے بارے میں لکھا تو انھوں نے ان کے عظیم اخلاقی پیغامات کو روس تک پہنچانے کا ذریعہ سمجھا۔ انہوں نے حضور اکرم ﷺ کی عسکری قیادت کے اوصاف میں ایک ایسی خاصیت دیکھی جو ان کے دادا ابراہیم ہانیبال کی حیات سے مطابقت رکھتی تھی، ان کے دادا ابراہیم یتیم ہونے کے باوجود روسی زار کی فوج کے ایک عظیم ترین فوجی کمانڈر بننے کے لیے جدوجہد کرتے رہے اور بالآخر اس میں کامیاب ہوئے۔

"Simulating the Qur'an" کے عنوان والی نظم پر کافی بحثیں بھی ہوئیں ، خاص طور پر نظم کے عنوان کے ترجمے کے حوالے سے۔ ایک انٹرویو میں روسی ادب کے پروفیسر، ڈاکٹر محمد جبالی نے پوشکن کی نظم کے عنوان کے ترجمے پر یہ کہ کر اعتراض کیا کہ درست ترجمہ "قرآن کی تقلید" ہے، نہ کہ صرف "قرآن"۔ ڈاکٹر مکرم الغمری کا کہنا ہے کہ اپنی کتاب "روسی ادب میں عربی اور اسلامی اثرات" میں انھوں نے پوشکن کی نظم کا عنوان "قرآن کی بوسے" کے طور پر استعمال کیا، جب کہ تصدیق کی کہ لفظی ترجمہ "قرآن کی تقلید" ہی ہے۔

یہ مجموعہ نو نظموں پر مشتمل ہے، پوشکن نے نظموں کے لیے عنوانات کا اہتمام نہیں کیا ہے بلکہ صرف نمبرنگ پر انحصار کیا۔ الغمری نے نشاندہی کی ہے کہ اشعار براہ راست قرآن سے متاثر ہیں، جیسا کہ ڈاکٹر ممدوح ابولوی نے اپنی تحقیق "influences of Arabic literature in Pushkin literature" میں ذکر کیا ہے۔ مثال کے طور پر، پوشکن نے پانچویں نظم میں سورہ لقمان، چھٹی نظم میں سورہ الفتح، اور نویں نظم میں سورہ البقرہ کے مضامین نظم کیے ہیں۔

اس مجموعہ کی دوسری نظم میں عورت کی پاک دامنی اور قرآن میں خواتین کی تقدیس کو اجاگر کیا گیا ہے۔ اس میں حجاب اور اس کے آداب کا ذکر سورہ احزاب کی روشنی میں کیا گیا ہے اور پہلے زمانے کی جاہلیت سے بچنے کا مشورہ دیا گیا۔ پروفیسر الغمری کا خیال ہے کہ یہ اس کے اشرافیہ طبقے کی چمک دمک سے انکار اور اسلامی ماڈل کی طرف مائل ہونے کا مظہر تھا۔

دستوئیفسکی نے اس نظم کے بارے میں اظہار خیال کرتے ہوئے کہا تھا: "کیا ہم اسے (پوشکن کو) ایک مسلم مصنف کے طور پر نہیں دیکھتے؟ کیا ہم قرآن کی حقیقی روح، تلوار، عظمت، طاقت اور مضبوط ایمان کو نہیں پہچانتے؟"

پوشکن کی موت ایک ڈوئل کے دوران ہوئی۔

مخائل لیر منتوف کا اسلام سے رشتہ محبت:

مخائل لیر منتوف، جو پوشکن کے جانشین تھے، ان کا بھی اسلام سے محبت کا رشتہ تھا۔

مخائل لیر منتوف کو الیگزینڈر پوشکن کے بعد دوسرا عظیم روسی شاعر سمجھا جاتا ہے۔ نقادوں کے مطابق وہ روسی شاعری میں پوشکن کے جانشین سمجھے جاتے ہیں۔ روسی ادب کے پروفیسر محمد الجبلی نے ذکر کیا کہ لیر منتوف اس لیے اسلام سے متاثر تھے، کہ قفقاز کی مسلم آبادی سے ان کا گہرا تعلق تھا۔ لیر منتوف کئی بار علاج کے سلسلے میں قفقاز گئے۔

پروفیسر الغمری کہتے ہیں کہ لیر منتوف کا اسلام کے ساتھ ایک روحانی تعلق تھا، وہ یہودی ہوتے ہوئے بھی اسلام سے اس قدر متاثر تھے کہ اپنے دوست کرائیوسکی کے نام لکھے گئے خطوط میں مکہ، نبی کریم ﷺ کے گھر اور اسلام کے گہوارے مدینہ منورہ کا سفر کرنے کی خواہش کا بار بار اظہار کیا۔ انھوں نے اسلام اور قرآن سے متاثر ہو کر کئی نظمیں کہیں، جن میں ان کی مشہور زمانہ نظم "تین کھجوریں" (Three palms) بھی شامل ہے، جس میں ناقدین کو پوشکن کی نظم Simulating the Qur'an کی جھلک نظر آتی ہے۔

پروفیسر دینا محمد عبدہ نے نشاندہی کی ہے کہ لیر منتوف کی متعدد نظموں مثلاً Valerik, The Apostle, Iblis, Turkish Gifts وغیرہ میں اسلامی اثرات جھلکتے ہیں۔ الغمری کہتے ہیں کہ Turkish Gifts میں احترامِ قرآن کو واضح طور پر محسوس کیا جا سکتا ہے۔

لیر منتوف کی نظموں اور ان کے گرد موجود سماجی حالات کا مطالعہ کرنے سے یہ معلوم ہوا کہ پوشکن کی طرح، انھوں نے بھی اسلام اور مشرق کی ان اخلاقی اقدار کو نظم کیا جو آفاقیت کی علامت تھیں۔ انھیں اسلام میں ایسا خالص روحانی حسن ملا، جس نے انھیں حقیقت پسندی پر مبنی ایسا ادب تخلیق کرنے میں مدد کی جو ان کے معاشرے کے حالات سے ہم آہنگ تھا۔

لیر منتوف کا انجام بھی ان کے استاد کی طرح ہوا؛ وہ بھی ایک ڈوئل میں مارے گئے، اس وقت ان کی عمر صرف 27 سال تھی۔

لیو ٹالسٹائی- نبی اکرم ﷺ کے حضور ایک انسانی وجود:

لیو ٹالسٹائی کو "انسانی وجود" کے طور پر جانا جاتا ہے۔ ان کی تحریروں میں ایسی خاص روحانی کشش ہے جو ہر پڑھنے والے کے دل کو کھینچ لیتی ہے، چاہے اس کا مذہب یا فکری رجحان کچھ بھی ہو۔ انہیں عربی زبان میں گہری دلچسپی تھی اور اپنے ابتدائی دور میں وہ عربی اور ترکی زبان کے مطالعہ میں مصروف رہا کرتے تھے۔ انہوں نے "Tale of the Moon of Time" اور دیگر کتابیں لکھیں۔ پروفیسر دینا محمد

عبدہ کہتے ہیں کہ ٹالسٹائی کا عربی ادب سے تعلق 1882 سے شروع ہوا، جب انہوں نے اپنے تعلیمی میگزین Ya Sanya Baliana کی ضمنی اشاعت میں کچھ عربی عوامی کہانیاں شائع کیں۔

ٹالسٹائی نے مشرق کو ایک ایسی جگہ کے طور پر دیکھا اور محسوس کیا جہاں اخلاقی قدریں آسمانی تعلقات کے ساتھ موجود تھیں، اور وہ اخلاقی قدریں ان کے اپنے معاشرے میں مفقود تھیں۔ انھوں نے اس اخلاقی بحران کا بچشم خود مشاہدی کیا تھا جس کا سامنا اس وقت کا روس کر رہا تھا۔ ٹالسٹائی کی تحریروں سے اس بات کی تصدیق ہوتی ہے کہ وہ اس زمانے میں وہ بدھ مت، حضرت محمد ﷺ رسالت اور عیسائیت کا مطالعہ کر رہے تھے، اور ان کے بارے میں مزید جاننے کے لیے کوشاں تھے۔

پروفیسر الغمری کے مطابق ٹالسٹائی کو نبی کریم ﷺ کی احادیث میں اپنے ان خیالات کی بازگشت سنائی دی، جن پر وہ ایمان رکھتے تھے اور جن کی وہ دعوت دیتے تھے۔ ان احادیث کا انھوں نے روسی زبان میں ترجمہ کیا، نظر ثانی کی، اور انہیں اپنے قارئین کے لیے پیش کیا۔ ٹالسٹائی نے ذکر کیا کہ احادیث کا یہ مجموعہ عبداللہ السہروردی کی کتاب کے انگریزی ترجمہ سے ماخوذ ہے۔

اپنی کتاب "روسی ادب میں عربی اور اسلامی اثرات" میں پروفیسر الغمری یہ ثابت کرتے ہیں کہ ٹالسٹائی نے عبادات کے طریقوں کے بارے میں بات نہ کرنے کا فیصلہ کیا، اور صرف ان احادیث کو پیش کیا جو اسلام کی اخلاقی فضیلت کو ظاہر کرتی ہیں، جن میں انصاف، محنت، معافی، اور پاک دامنی شامل ہیں۔

"روسی ادب پر اسلامی اثرات" بہر کافی تفصیل طلب عنوان ہے، ہم نے درج بالا سطور میں چند شعرا اور مصنفین اور ان کی ادبی خدمات کا اجمالی جائزہ پیش کیا، اس وجہ یہ ہے کہ ہمارا واسطہ کبھی روسی زبان اور اس کے ادب سے رہا ہی نہیں، ہم خالص اردو کے بندے ہیں، یہ چند باتیں جو ہم نے درج کیں یہ مختلف انگریزوں ویب سائٹوں کے مختصر مضامین کا نچوڑ ہیں جنھیں ہم نے اپنے الفاظ میں قارئین کے حوالے کر دیا۔ اس عنوان پر ہمارے ان قلم کاروں کو لکھنے کی ضرورت ہے جو روسی زبان سے واقف ہوں اور اسلامی ادب پر ان کی گہری نگاہ ہو۔

■■■■■■

(ص:42 کا بقیہ)

اسلامی ورثہ دراصل ایک دریا ہے، جس کی ہر موج میں حکمت، معرفت اور محبت کا پیغام ہے۔ اس دریا کو خشک ہونے سے بچانے کے لیے ہمیں نہ صرف اس کے مادی پہلوؤں کی حفاظت کرنی ہوگی، بلکہ اس کے فلسفی اور روحانی پہلوؤں کو بھی فروغ دینا ہوگا۔

الحاصل اسلامی ثقافت کا ورثہ محض ایک تاریخ کی کہانی نہیں، بلکہ ایک زندہ حقیقت ہے، جو آج بھی وقت کی گرداب میں اپنی جگہ بنائے رکھنے کی کوشش کر رہی ہے۔ اگر ہم نے اس کی آواز کو نہ سنا، اس کے پیغام کو نہ سمجھا، تو ہم صرف اپنے ماضی کو کھوئیں گے، بلکہ اپنی شناخت اور مستقبل کی روشنی کو بھی مدھم کر دیں گے۔ وہ تہذیب جو کبھی زمانے کی قیادت کرتی تھی، آج ایک چوراہے پر کھڑی ہے، جہاں سے ہر راہ اسے مزید اندھیروں کی طرف لے جاتی ہے، سوائے اس ایک راہ کے، جو اس کے اصل ورثے کی طرف پلٹنے کا تقاضا کرتی ہے۔

ہمیں یہ سوچنا ہوگا کہ کیا ہم اس ورثے کو صرف ماضی کے طلسماتی خوابوں میں دفن کر دیں گے؟ یا پھر ہم اس کی چنگاری کو دوبارہ دہکائیں گے تاکہ یہ ہماری نسلوں کے دلوں میں روشنی بن کر جلتی رہے؟ آج کا دور، جو کہ مادیت، نفس پرستی اور خود غرضی کی دلدل میں پھنسا ہوا ہے، اسلامی فلسفے اور ثقافت کی طرف لوٹنے کی دعوت دیتا ہے۔ یہ ورثہ ہمیں اپنے نفس کو بلند کرنے، دلوں میں محبت اور بھائی چارہ پیدا کرنے اور علم کی حقیقی پیاس بجھانے کا درس دیتا ہے۔

یہ سوچنے کا لمحہ ہے کہ کیا ہم اس ورثے کو محض ایک قدیم داستان سمجھ کر بھلا دیں گے، یا پھر اس کی روحانی اور فکری چمک کو اپنے دلوں میں زندہ کریں گے؟ اگر ہم نے اس چراغ کو بجھنے دیا تو شاید زمانے کی آندھیاں ہماری شناخت اور ہمارے اخلاق کو بھی اپنے ساتھ لے جائیں گی، اور ہم صرف ماضی کے بھٹکے ہوئے مسافر بن کر رہ جائیں گے۔

لہٰذا، وقت کا تقاضا ہے کہ ہم نہ صرف اسلامی ورثے کو محفوظ کریں، بلکہ اسے اپنے طرز زندگی، اپنے سوچنے کے انداز، اور اپنے معاشرتی ڈھانچے میں دوبارہ شامل کریں۔ ورنہ وقت کا سیلاب اس قیمتی ورثے کو یوں بہا لے جائے گا جیسے کبھی یہ تھا ہی نہیں، اور ہم کھڑے، اپنی شناخت اور روح کی تلاش میں، محض ماضی کی خاک پر دستک دے رہے ہوں گے۔

■■■■■■

نقدونظر

فکرودانش کی باتیں

تبصرہ نگار: مبارک حسین مصباحی

اس وقت ہمارے پیش نظر مفکر ملت حضرت مولانا محمد ادریس بستوی کا مجموعہ مضامین ''فکرودانش'' ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو علمی اور فکری صلاحیتوں سے سرفراز فرمایا ہے۔ آپ کی شخصیت بیک وقت مختلف اوصاف و کمالات کی مرقعِ جمیل ہے۔ آپ دور اندیش سیاست داں، انتظامی امور پر نگاہ رکھنے والے جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے نائب ناظم، فکرودانش کی الجھی گتھیوں کو سلجھانے والے دانش ور، سنجیدہ اور فکری تقریر کرنے والے مقبول خطیب، سیمیناروں اور ورک شاپوں میں نپے تلے جملوں میں نتیجہ خیز باتیں پیش کرنے والے ہوش مند اسپیکر، اخبارات ورسائل میں مختصر اور جامع مضامین لکھنے والے قلم کار، ریڈیو اورٹی وی چینلوں پر موثر گفتگو کرنے والے حساس مقرر۔

بفضلہ تعالیٰ آپ کی عمر تو آٹھ دہائی سے آگے بڑھ چکی ہے مگر آج بھی مشکل ترین مسائل کو حل کرنے میں جوانوں کی طرح متحرک و فعال نظر آتے ہیں۔ دل کی بات دل میں اتارنے کا فن خوب جانتے ہیں۔ آپ وسیع مطالعہ اور گہری نگاہ رکھتے ہیں۔ کبھی بھی کسی موضوع پر گفتگو کیجیے، لگتا ہے حضرت آج اسی موضوع پر تیاری کر کے بیٹھے ہیں ۔ بعض اوقات آپ کی گفتگو میں طنز و مزاح کی دل کشی بھی ہوتی ہے کڑوی سے کڑوی بات اتنے دل نشیں انداز میں فرما دیتے ہیں کہ بس، جس کو فرماتے ہیں وہ شدت سے محسوس بھی کر لیتا ہے اور دیگر حضرات کو احساس بھی نہیں ہوتا۔ کبھی کبھی علمی لطائف و ظرائف بھی سناتے ہیں مگر اس سنجیدگی سے کہ محفل پر مسرت کی روح دوڑ جاتی ہے اور پوری مجلس خوشیوں کا گہوارہ بن جاتی ہے۔ آپ جب جامعہ اشرفیہ مبارک پور تشریف لاتے ہیں تو خادم مبارک حسن مصباحی کو ضرور یاد فرمالیتے ہیں، یا تو آپ خود کال فرمالیتے ہیں یا اپنے کسی محب سے فرمادیتے ہیں، کبھی کبھی وقت کم ہوتا ہے جیسے نماز مغرب سے قبل تو میں عرض کر دیتا ہوں کہ ان شاء اللہ نماز کے بعد حاضر ہوتا ہوں، کیونکہ آپ کی مجلس دس پانچ منٹ کی ہوتی نہیں بلکہ آپ کی نشست میں طویل وقت درکار ہوتا ہے، ہم بھی آپ کی بارگاہ میں وقت نکال کر حاضر ہوتے ہیں۔ بڑے خوشگوار ماحول میں شرف نیاز حاصل کرتے ہیں۔ سلام کے بعد باہم خیریتیں دریافت کی جاتی ہیں اور بڑی محبت اور نوازش کے ساتھ بٹھاتے ہیں۔ عام طور پر فرماتے ہیں: مولانا اب طبیعت ٹھیک ہے، اب ان شاء اللہ تعالیٰ دو چار دن رہوں گا۔ اور پھر جس موضوع پر بھی گفتگو ہوتی ہے سیر حاصل ہوتی ہے۔ کبھی کبھی کوئی موضوع زیر غور ہوتا ہے اس موضوع کو چھیڑ دیتا ہوں، بس چھیڑنے کی دیر ہوتی ہے، آپ جواب کے تمام گوشوں پر بھرپور ارشاد فرمانے لگتے ہیں۔ کبھی کبھی آپ سے عرض کرتا ہوں کہ حضرت اس موضوع پر آپ کچھ لکھ دیجیے، آپ فرماتے ہیں ان شاء اللہ تعالیٰ کل آپ کے حوالے کردوں گا اور ہوتا بھی ایسا ہی ہے۔ پیشِ نظر مجموعہ مضامین میں بیشتر مضامین ایسے ہی ہیں۔ جنھیں ہماری گزارش پر سپرد قلم فرمایا ہے۔ مضمون دیتے وقت فرما دیتے ہیں؛ ہم نے اپنے حساب سے لکھ دیا ہے آپ گھٹا بڑھا لیجئے گا۔ کبھی کبھی مضمون پڑھ کر ہم کچھ عرض کرتے ہیں تو فرماتے ہیں ٹھیک ہے آپ اس کو اس طرح کر لیجیے۔

اس مجموعہ مضامین میں دین و سیاست اور ملک و ملت کے مسائل پر فکر انگیز اور معلومات افزا تحریریں ہیں۔ ان میں سول کوڈ، ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ کے فیصلوں پر بھی منصفانہ نظر ہے۔ ان میں صیہونیت، سامراجیت اور ان کی دہشت گردیوں پر بھی تحریریں ہیں، اسلام اور مسلمانوں پر ہندوتو کے مظالم کو بے نقاب کیا گیا ہے، مساجد خانقاہوں اور مدارس پر بھی دشمنوں کی بدنیتی کا تجزیاتی مطالعہ ہے، اکابر اہل سنت کی فکری اور سیاسی بصیرتوں پر بھی قلم خوب چلا ہے، نکاح، طلاق وغیرہ مسائل پر بھی ہندوتو کی کذب بیانیوں کی خوب قلعی کھولی ہے۔ جامعہ اشرفیہ مبارک پور کی متنازعہ زمین پر بھی آپ نے حق و انصاف کی باتیں سپردِ قلم کی ہیں۔ ہندوستان کی آزادی میں علمائے اہلِ سنت کی قربانیاں بھی رقم فرمائی ہیں ۔ انقلاب 1857ء کے 9

برس بعد دار العلوم دیو بند کا سنگِ بنیاد رکھا گیا، اب آپ غور فرمائیں کہ علماے دیو بند کا انقلاب 1857ء میں حصہ کیسے رہا ہو گا ؟آپ نے سنسکرت پاٹھ شالاؤں کے حقائق بھی دقتِ نظر سے بیان کیے ہیں، آپ نے دینی مدارس کے مقابلے میں سنسکرت پاٹھ شالاؤں پر حکومت کی نظر کرم پر بھی بڑے سلیقے سے روشنی ڈالی ہے۔ آپ کی تحریریں مدلل اور فکر و بصیرت سے لبریز ہوتی ہیں، کوئی دعویٰ بلا دلیل نہیں ہوتا۔ آپ سیاسی اور صحافتی بصیرت بھی رکھتے ہیں اس لیے سرکاری احکامات کے مخفی گوشوں پر بھی نگاہ رکھتے ہیں۔ آپ اپنی تحریروں میں یہ سراغ رسانی کرتے جاتے ہیں کہ اس آرڈر کا اسٹیپ بائی اسٹیپ نتیجہ کیا ہو گا ؟ لہجے میں سنجیدگی اور توازن ہوتا ہے، اس لیے مخالف بھڑکے بغیر سنجیدگی سے غور کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ آپ نے جہاد اور دہشت گردی کے فرق کو بھی مثالوں کے ذریعے دماغوں میں اتارنے کی کوشش کی ہے۔ مدارس اور خانقاہوں پر ہونے والے حکومتوں کے رویوں کو بھی بڑے دل پزیر لب و لہجے میں پیش کیا ہے۔ آپ نے عوام و خواص کی اصلاح کا فریضہ بھی بڑے تدبر اور بلند اخلاقی سے انجام دیا ہے، ہر پل یہ نقطہ نظر ملحوظ خاطر رہتا ہے:" ٹھیس نہ لگ جائے آبگینوں کو" تاریخ و سیر پر بھی آپ کا مطالعہ وسیع اور نتیجہ خیز ہے۔

آپ کی تنقید نگاری بھی بڑی اہمیت کی حامل ہے، آپ کی تنقید کا کمال یہ ہے کہ جس پر نقد و نظر کے تیر برساتے ہیں اس کی لاش تو تڑپتی ہے مگر آپ کی تنقیدیں حقائق پر مبنی ہوتی ہیں اس لیے تنقید کے محور و فرد کو راہِ فرار نظر نہیں آتی اور وہ خاموشی ہی میں عافیت تصور کرتا ہے ۔ ہم بر وقت آپ کی تنقید نگاری کی دو ایک مثالیں پیش کرتے ہیں۔ 10 اکتوبر 2004 عیسوی میں جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے سامنے ایک اجلاس منعقد ہوا۔ اس جلسہ میں ایک مقرر نے تقریر کی۔ ہم ذیل میں حضرت مولانا محمد ادریس بستوی کی تنقید کی تلخیص پیش کرتے ہیں۔

اس تقریر میں خلیفہ دوم صحابی رسول سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو (معاذ اللہ) ایمان لانے کے چھ سال بعد بھی کافروں کی صف میں شمار کرایا گیا ہے۔ اور اسی کیسٹ میں جنگ بدر کا ذکر کرتے ہوئے روایات اور احادیث کے بالکل خلاف صحابہ کو جنگ بدر سے پہلے کھجور کی ٹہنیاں دینے کی بات کرتے ہوئے سب سے پہلے جناب خالد کا نام لیا گیا ہے جو کہ اس وقت تک ایمان نہیں لائے تھے انھیں مجاہدین بدر کی صف میں شامل کر کے حقائق کی دھجیاں بکھیرنے کی ناپاک کوشش کی گئی ہے۔ ع: چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد

ایک زمانے سے دنیا کے مختلف ملکوں میں کچھ لوگ سیدنا فاروق اعظم کے خلاف دشنام طرازی اور تبرا بازی کرتے رہے ہیں مگر ان کو بھی یہ جرأت نہیں ہوئی تھی کہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کافروں کی صف میں کھڑا کرتے۔ یہ کام پہلی بار اس مقرر اور ان کے ہم نواؤں نے کیا ہے۔ تقریر کے کچھ حصے ذیل میں درج کر کے مفتیان کرام سے استفتا کرتا ہوں کہ ایسے شخص کے بارے میں نیز اس کے ہمنواؤں اور حمایت کنندگان کے بارے میں، اس کی مذکورہ تقریر کا اہتمام کرنے والوں کے بارے میں شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے ؟ انھوں نے خطاب کرتے ہوئے کہا:

"حضرات جب اسلام مکہ سے چلا تو پوری دنیا نے کفر نے مل کر اپنی پہلی پارلیمنٹ دارالندوہ کے نام سے قائم کی اور اس وقت جو ایم، پی بنکر آئے ابو جہل کے خاندان سے اور ابولہب کے خاندان تک ہر فرد تھے"۔

ہر فرد کے عموم پر غور ہے اس میں ابولہب کے خاندان کے ہر فرد کو دارالندوہ میں لا کر کھڑا کر دیا جبکہ اسی خاندان کے کچھ لوگ پہلے ہی ایمان لا چکے تھے۔

قارئین کرام! تاریخ چیخ چیخ کر کہہ رہی ہے کہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے واقعہ ہجرت سے کم از کم چھ سال پہلے ہی شرک ترک کر کے توحید کا پرچم اٹھا لیا تھا۔ اور اسلام قبول کر کے مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں میں شمولیت اختیار کر لی تھی ان کی وجہ سے اسلام کو زبر دست تقویت حاصل ہوئی۔ احادیث نبویہ میں ان کے فضائل بھی خوب خوب بیان ہوئے ہیں اب انھیں شب ہجرت کے موقع پر کافروں کے ساتھ کھڑا کر کے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کا تصور بنانے والوں کا پیشوا بنا کر پیش کرنا انتہائی سنگین جرم ہے صحابیت کے مرتبہ سے سرفراز ہوجانے کے بعد انھیں رسول کے قاتل کی حیثیت سے پیش کرنا قتل سے بھی زیادہ بھیانک جرم ہے۔

"سرکار نے کھجور کی ٹہنیاں کاٹنا شروع کیا اور اپنے جانثاروں

کو عطا کرنا شروع کیا خالدؓ یہ تیری تلوار ہے، طلحہؓ یہ تیری تلوار ہے، زبیرؓ یہ تیری تلوار ہے، عمروؓ یہ تیری تلوار ہے، سعدؓ یہ تیری تلوار ہے ابوبکرؓ یہ تیری تلوار ہے، اے عمرؓ یہ تیری تلوار ہے۔"

مقرر نے خالدؓ، طلحہؓ، زبیرؓ، عمروؓ، سعدؓ، ابوبکرؓ اور عمرؓ کا نام لے کر ان سب کو پیغمبر کے دست مبارک سے کھجور کی ٹہنی دینے کی بات کہی ہے جو بالکل غلط اور جھوٹ ہے۔

اس نے پہلا نام حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا لیا ہے جب کہ جنگ بدر کے واقع ہونے تک حضرت خالد رضی اللہ عنہ اسلام لائے ہی نہیں تھے، پھر انھیں کھجور کی ٹہنی دے کر میدان بدر میں لے جانے کا کیا سوال؟ حضرت خالد رضی اللہ عنہ جنگ بدر اور اس کے بعد ہونے والی جنگ بدر کے بعد ایمان لائے ہیں جنگ احد میں کفار مکہ کی طرف سے لڑنے کے لیے آئے تھے۔ بطور سند یہ حوالہ ملاحظہ فرمالیں:

آپ نے سیرت ابن ہشام ص:۲۷ کا حوالہ نوٹ فرمایا ہے یہ تاریخی سچائی تاریخ و سیر اور احادیث کی کتب میں موجود ہے۔

"اسلامی ضابطۂ نکاح و طلاق" آپ کا ایک تفصیلی مضمون ہے یہ فکر انگیز اور معلومات افزا تحریر بھی بڑی اہمیت کی حامل ہے۔ اس سے مختصر تحریر "یہ گھڑی محشر کی ہے تو عرصۂ محشر میں ہے" میں بڑی معلومات کا خزانہ ہے "طلاق" کے تعلق سے آپ نے جو معلومات پیش کی ہے ہماری معلومات میں تاریخی اور سیاسی اعتبار سے زبردست اضافہ ہوا ہم ذیل میں چند اقتباسات کی تلخیص پیش کرتے ہیں۔

طلاق بھی انسانی ضروریات میں سے ایک اہم ضرورت ہے۔ عام حالات میں طلاق دنیا ناپسندیدہ عمل ہے لیکن بسا اوقات طلاق دنیا ضروری بھی ہو جاتا ہے۔ میں دنیا کے تمام غیرت مندوں سے پوچھتا ہوں اگر کوئی شوہر اپنی بیوی کو ناگفتہ بہ حالت میں دیکھ لے یا دوسرے کے بازوؤں میں کسی کی عورت مچلتی ہوئی نظر آئے تو اس کی غیرت کیا اسے طلاق دینے پر برانگیختہ نہیں کرے گی؟ اس کے علاوہ بہت سارے مواقع اور موڑ ایسے آتے ہیں جب شوہر طلاق دینے پر مجبور ہو جاتا ہے، اور اگر طلاق دینے کی اجازت ان خراب حالات میں نہ دی جائے تو شوہر یا بیوی کسی ایک کی موت یقینی ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ دونوں ہی موت کے گھاٹ اتر جائیں، جیسا کہ آئے دن اخباروں میں خبر چھپتی رہتی ہے۔ اس کو اور وضاحت سے سمجھنے کی لیے ہندستان کی پہلی پارلیمنٹ جب چنی گئی تو اس کے وزیر اعظم پنڈت جواہر لال نہرو منتخب ہوئے۔ پنڈت جی ہندستان کے پہلے وزیر اعظم، عظیم دانشور، تحریک غیر جانب دار کے عالمی رہنما، دنیا کے حالات پر ان کی نظر اور تاریخ عالم پر ان کی نگاہ، انہوں نے پہلی پارلیمنٹ میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ ہندستانیوں کے دستور زندگی میں طلاق کا کوئی قانون نہیں ہے، لیکن اب دنیا کے حالات بہت بدل چکے ہیں ہندستان کی آبادی بہت بڑی ہے ہندو مذہب کے ماننے والے لاکھوں جوڑوں (میاں بیوی) میں شدید اختلاف پایا جاتا ہے، جس کی وجہ سے شوہر اور بیوی میں علاحدگی ہونا ضروری ہے اس لیے اسلام سے قانون طلاق مانگ کر ہندوؤں کے لیے ہندو کوڈ بل پارلیمنٹ سے پاس کرایا جاتا ہے تاکہ ضرورت کے وقت ہندو مذہب کے ماننے والے میاں اور بیوی ایک دوسرے سے اس قانون کی روشنی میں الگ ہو جائیں۔

غور طلب بات ہے کہ 1954ء کے پارلیمنٹ کے اجلاس میں جس قانون طلاق کو ہندستان کے وزیر اعظم نے مسلمانوں سے مانگ کر ہندوؤں کے لیے نافذ کیا تھا آج اسی قانون طلاق کی کچھ خود ساختہ دانشور مذمت کر رہے ہیں، اس سے بڑھ کر حیرت کی بات اور کیا ہو سکتی ہے؟ اب طلاق کا قانون دنیا کی ہر قوم میں رائج ہے پھر طلاق کے تعلق سے صرف مسلمانوں کو کیوں موردِ الزام ٹھہرایا جاتا ہے؟ سب سے زیادہ دلچسپ بات تو یہ ہے کہ فیصد کے اعتبار سے دنیا کی ہر قوم میں مسلمانوں سے زیادہ طلاق واقع ہوتی ہے۔ سروے کی رپورٹ کے مطابق امریکہ جیسے ترقی یافتہ ملک میں ہر چھٹویں عورت طلاق یافتہ ہے، یعنی سولہ فیصد سے زیادہ طلاق امریکہ میں دی گئی۔ جب کہ ہندستانی مسلمانوں میں اس کا فیصد نصف یعنی سو میں آدھا اور دو سو میں ایک ہے۔ میں پورے دعوے سے کہتا ہوں کہ دنیا کے تمام مذاہب کے ماننے والوں کے مقابل مسلمانوں میں طلاق کی تعداد کم نہیں بلکہ بہت ہی کم ہے، یہ تو میڈیا کے پروپیگنڈہ کا کمال ہے کہ مسلمانوں کا ایک طلاق دینے والے قوم کی حیثیت سے عالمی پیمانہ پر متعارف کرایا جا رہا ہے اور دوسری قوموں کو معصوم ثابت کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

اب آپ غور کریں کہ طلاق کی مختلف قسمیں ہیں، ان کی تفصیلات فقہی کتابوں میں ہیں۔ طلاق کے تعلق سے مسلمانوں کو موردِ

الزام ٹھہرانا کہاں کا انصاف ہے جب کہ سچ اور حق یہ ہے کہ مسلمانوں میں دیگر مذاہب کے مقابل سب سے کم طلاق دی جاتی ہے، جیسا کہ ابھی آپ نے صاحبِ کتاب کی تحریر میں پڑھا کہ امریکہ جیسے ملک میں ہر چھٹی عورت طلاق یافتہ ہے جب کہ مسلمانوں میں اس وقت کے سروے کے مطابق نصف فیصد اور دو سو میں سے ایک خاتون طلاق یافتہ ہے۔ یہی حال دیگر مذاہب کے افراد کا بھی ہے، حالاں کہ میڈیا اور ذرائع ابلاغ دنیا بھر میں طلاق کے حوالے سے مسلمانوں کو بدنام کرتے ہیں۔ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "أَبْغَضُ الْحَلَالِ إِلَى اللهِ تَعَالَىٰ الطَّلَاقُ." "یعنی حلال چیزوں میں خدا کے نزدیک زیادہ ناپسندیدہ طلاق ہے۔ (ابوداؤد ج:2، ص:370)

یہ تو ہم نے بر وقت ایک حدیث نقل کی ہے، اسلام میں طلاق کی قباحتوں پر کثیر مباحث ہیں اسی طرح جو عورتیں بلا ضرورت اپنے شوہروں سے خلع کراتی ہیں ان کے حوالے سے بھی سخت وعیدیں ہیں، نکاح محض لذت کے حصول کے لیے نہیں ہونا چاہیے بلکہ اس کا ایک مقصد نسل انسانی کا فروغ رہنا چاہیے، رزق کی ذمے داری اللہ تعالیٰ نے لے لی ہے، انسان کا کام رزق حلال کی کوشش اور بارگاہِ الٰہی میں دعا ہونا چاہیے۔

حاصل گفتگو یہ کہ مفکر ملت نائب ناظم جامعہ اشرفیہ مبارک پور بلند فکر اور وسیع النظر شخصیت کے مالک ہیں، دین و دانش کے بہت سے گوشوں پر باریک نگاہ رکھتے ہیں۔ معاملات کی الجھنوں میں آپ کو ملوث کرنا آسان نہیں، آپ کورٹ کچہری کے وکلا سے بھی گہرے مراسم رکھتے ہیں۔ نام نہاد مسلمانوں سے بھی آپ نے بڑے بڑے مقدمات میں فتح حاصل کی ہے، بعض اپنوں نے بھی آپ کے خلاف مقدمات قائم کرائے، مگر آپ عقل و نقل کے شواہد اور فکری ہنر مندیوں سے محفوظ رہے اور مخالفین پر ہی کارروائیاں شروع ہو گئیں۔

آپ ایک متوازن اور فکر رسا خطیب ہیں، بعض باتوں کی بنیاد پر آپ کی گرفتاری ہوئی اور مقدمات جاری ہوئے مگر آپ حق و انصاف پر تھے، اپنے دلائل و شواہد سے بے لاگ چھوٹے اور شر انگیز مخالفین کو لینے کے دینے پڑ گئے۔

یہ مجموعۂ فکر و دانش آپ کے فکر و قلم کا انمول خزانہ ہے، جن جہتوں اور گوشوں پر آپ نے بر وقت قلم اٹھایا ہے قارئین کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا ہے۔ مسلمانوں کے ماضی حال اور مستقبل کو بڑے ڈھنگ سے آئینہ دکھایا ہے۔ آپ نے عالمِ اسلام پر سامراجیت اور صیہونیت کی چالبازیوں کو بھی بے نقاب کیا ہے۔ آپ نے بعض مسلم ممالک کے حکمرانوں کی جہالتوں اور عیاشیوں کو بھی نوکِ قلم سے بے پردہ کیا ہے۔

عزیز القدر مولانا سرور علی مصباحی منہداول سلّمہ ربّہ نے ان مضامین کو بڑی محنت اور محبت سے جمع کیا ہے۔ آپ اس دوران مسلسل رابطے میں رہے، ہم اپنی وسعت بھر خدمت کرتے رہے۔ اس سے قبل حضرت مفکر ملت کے قسط وار مضامین کا مجموعہ "تاریخ ہند کے گمشدہ اوراق" مرتب کیے تھے، یہ کتاب منظر عام پر آچکی ہے، اب یہ وقیع مضامین آپ کے ہاتھوں میں ہیں۔ ان دونوں کے تعلق سے ہم مفکر ملت دامت برکاتہم العالیہ سے مسلسل گذارش کرتے رہے مگر ہر کام کا ایک وقت ہوتا ہے۔

برادرم مولانا سرور علی مصباحی سلّمہٗ جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے باشعور اور محنتی درجۂ فضیلت کے طالب علم ہیں۔ درسی صلاحیتیں تو ماشاء اللہ تعالیٰ ہیں ہی مگر تحریر و قلم کا بھی اعلیٰ ذوق رکھتے ہیں۔ مفہوم و معنیٰ کی پرکھ رکھتے ہیں اور جملوں کے استعمال پر بھی بھرپور نگاہ رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ آپ امسال جلالۃ العلم حضور حافظ ملت حضرت علامہ شاہ عبد العزیز محدث مراد آبادی بانی جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے گولڈن جبلی پچاسویں عرس کے زریں موقع پر آپ کی دستار فضیلت ہونے والی ہے، یہ مسرت و شادمانی کا موقع ہے ہم انھیں ہدیۂ تبریک پیش کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں مولا تعالیٰ تو اپنے فضل و کرم سے آپ کو فاضلِ جلیل اور عالمِ باعمل بنا اور ان کی خدمات سے دین و سنیت کی روشنی جہاں در جہاں عام فرما۔

ہم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا گو ہیں مولا تو اپنے فضل و کرم سے ان تحریروں کو بافیض بنا اور مختلف زبانوں میں ان کی اشاعت کا غیب سے انتظام فرما، ہم دل کی گہرائیوں سے آرزو مند ہیں مولا تعالیٰ تو حضرت مصنف مفکر ملت مولانا محمد ادریس بستوی دامت برکاتہم العالیہ کو عمر خضر عطا فرما، آمین، بجاہ سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم۔ ◘

از: احقر مبارک حسین مصباحی عفی عنہ

خادم التدریس والصحافۃ، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

16 ربیع الثانی 1446ھ/20 اکتوبر 2024ء

مکتوبات

صدائے بازگشت

آپ تو قتل کا الزام ہمی پر رکھ دو

مکرمی! ملک کی فضا مسموم ہو چکی ہے، نفرت نے محبت کو زیر کر دیا ہے، گنگا جمنی تہذیب پر ہندتوا نقطہ نظر نے سبقت لے لی ہے۔ آج یہاں ہر کوئی ایرا غیرا نتھو خیرا سستی شہرت حاصل کرنے کے لیے جب چاہتا ہے منہ کا گٹر کھول دیتا ہے، نفرتی بیان بازیوں کا بازار گرم ہے، آئے دن مقدس شخصیات کی توہین مشغلہ ہر خاص و عام بن چکا ہے اور نشانے پر اسلام و مسلمان ہیں فقط۔

ملک میں جب بھی کسی کو شہرت حاصل کرنی ہوتی ہے یا اپنی سیاسی روٹی سینکنی ہوتی ہے تو وہ مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو پیروں تلے روند دیتا ہے پھر چاہے وہ خصیہ برداری کرنے والا چھوٹا موٹا نیتا ہو یا آئینی عہدے پر بیٹھا ذمہ دار لیڈر، کھانے پینے کا سلیقہ نہ جاننے والا عام آدمی ہو یا کسی مٹھ کا مہنت۔

پھر ہوتا کیا ہے؟... مسلمان احتجاج کرتے ہیں اور دوسرے لوگ آگ میں گھی ڈالنے کا کام کرتے ہوئے ایسے ناہنجاروں کی طرف دار میں اتر آتے ہیں، مزید مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو ٹھیس پہنچایا جاتا ہے اور دنگے فساد بپا کروا کر ملک کی فضا زہر آلود کر دی جاتی ہے۔ اور یہ سب ایسا ہو پاتا ہے کیوں کہ جب ایسا معاملہ رونما ہوتا ہے تو کلیدی مجرم کو چھوڑ کر اس کی مخالفت کرنے والوں کو طرح طرح کے جھوٹے الزامات میں پھنسا کر ان کی عزت و آبرو، مال و دولت حتیٰ کہ جان تک سے کھلواڑ کیا جانے لگتا ہے۔

حالیہ معاملہ کو ہی دیکھ لیں! غازی آباد کے ڈاسنا مندر کا نام نہاد مہنت نرسنہانند نے پیغمبر اسلام اور ان کے صحابہ (ساتھیوں) کی شان میں شدید ترین گستاخی کرتے ہوئے (معاذ اللہ) ان کا پتلا جلانے کی بات کہی۔ جس کا ویڈیو سوشل میڈیا پر وائرل ہو کر مسلمانوں تک جا پہنچا، ان کے پیروں تلے زمین کھسکنے لگی، چونکہ معاملہ ان کی جان سے کروڑوں درجہ عزیز ان کے پیغمبر کی توہین کا تھا اس لیے وہ سراپا احتجاج بن گئے؛ وہ ملک کے ہر گوشے میں امن و شانتی کے ساتھ احتجاجی جلوس نکال کر انتظامیہ کو گستاخ رسول کے خلاف قانونی کارروائی کا مطالبہ کرنے لگے، چند ایک جگہ ایف۔ آئی۔ آر۔ درج تو ہوئی مگر معنیٰ خیز کارروائی کا پتہ نہیں چلا۔ البتہ تین چار روز قبل یہ خبر عام ہوئی کہ غازی آباد پولیس نے گستاخ رسول نرسنہانند کو گرفتار کر لیا ہے، مسلمانوں نے تھوڑی راحت کی سانس لی مگر دراصل اسے صرف تھانے بلا کر پوچھ تاچھ کی گئی تھی اور جس دفعات میں اس کے خلاف مقدمہ درج کیا گیا تھا وہ بھی معمولی تھے جن میں زیادہ سے زیادہ سزا ایک سال کی قید ہو سکتی تھی۔ مگر (روزنامہ انقلاب کی رپورٹ کے مطابق) اسے رہا کر دیا گیا۔

مزید برآں اس کے خلاف احتجاج کرنے والے چھ مسلم نوجوانوں کو حراست میں لے لیا گیا، گستاخی والا ویڈیو توڑ مروڑ کر شیئر کرنے کے الزام میں معروف صحافی محمد زبیر (شریک بانی آلٹ نیوز فیکٹ چیکر) سمیت کئی لوگوں کے خلاف ایف۔ آئی۔ آر۔ درج کر لیا گیا، احتجاجی تحریریں پوسٹ کرنے والے مشہور اسلامی اسکالر سمیع اللہ خان سمیت متعدّد سوشل میڈیا صارفین کو آئی۔ ٹی۔ سیل کی طرف سے نوٹس بھیج دیا گیا۔ سچ ہے۔

اب کہاں ڈھونڈنے جاؤ گے ہمارے قاتل
آپ تو قتل کا الزام ہمی پہ رکھ دو

اب ذرا غور کریں کہ جو اصل مجرم ہے اس کو چھوڑ کر اس کی مخالفت کرنے والوں کو ہی جب ہراساں کیا جائے گا تو ایسے مجرموں کا حوصلہ کتنا بلند ہوگا؟ اور، ملک میں جرائم کس حد تک بڑھیں گے؟

از: محمد شعیب رضا نظامی فیضی
استاذ و مفتی: جامعہ رضویہ اہل سنت، گولا بازار ضلع گورکھ پور

اسلاموفوبیا اور مسلمانوں کا معاشرتی کردار

مکرمی آج کے دور میں اسلاموفوبیا ایک سنگین مسئلہ بن چکا ہے، جو نہ صرف مسلمانوں کے لیے بلکہ پوری دنیا کے امن اور استحکام

کے لیے ایک چیلنج ہے۔ اسلاموفوبیا سے مراد اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں پھیلائی جانے والی منفی رائے اور غلط فہمیاں ہیں، جو میڈیا، سیاسی مفادات، اور مخصوص واقعات کی بنا پر پیدا ہوتی ہیں۔ نائن الیون کے بعد دنیا بھر میں مسلمانوں کو دہشت گردی اور انتہا پسندی سے جوڑنے کی کوششیں تیز ہوگئیں، جس سے اسلاموفوبیا کو مزید فروغ ملا۔ میڈیا کا کردار اس مسئلے میں انتہائی اہم ہے۔ اکثر مغربی میڈیا نے اسلام کو ایک خطرناک مذہب کے طور پر پیش کیا، جس کے ماننے والے شدت پسند اور امن دشمن ہیں۔ یہ تصویر دنیا کے سامنے اس قدر شدت سے پیش کی گئی کہ بہت سے لوگ بغیر سوچے سمجھے اسلام سے خوفزدہ ہو گئے۔ سیاسی مقاصد کے لیے بھی اسلاموفوبیا کو استعمال کیا گیا تاکہ عوام میں خوف پیدا کر کے مخصوص مفادات حاصل کیے جا سکیں۔

اسلام کا حقیقی پیغام:

اسلام کا حقیقی پیغام امن، انصاف اور بھائی چارے پر مبنی ہے، جسے اکثر غلط طریقے سے پیش کیا جاتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات اس بات کی گواہ ہیں کہ اسلام ہمیشہ انسانی حقوق، امن، اور عدل کی حمایت کرتا ہے۔ قرآن اور حدیث میں امن، محبت، اور دوسروں کے ساتھ حسن سلوک کرنے کی بارہا تاکید کی گئی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: تم میں سے بہترین وہ ہے جو لوگوں کے لیے نفع مند ہو۔ لیکن بدقسمتی سے، موجودہ دور میں بعض عناصر اسلام کو ایک خطرہ کے طور پر پیش کر رہے ہیں۔

اسلاموفوبیا کا پھیلاؤ اس بات کا اشارہ بھی ہے کہ شاید ہم خود اپنے دین سے دور ہو چکے ہیں۔ ہم نمازوں، روزوں، اور دیگر عبادات میں غفلت برت رہے ہیں اور اپنے دین کی تعلیمات سے بے خبر ہیں۔ مسلمانوں کا فخر ان کی شریعت اور اسلامی اقدار میں ہے لیکن جب ہم ان اقدار سے منہ موڑ لیتے ہیں اور مغربی فیشن اور کلچر کو اپنا لیتے ہیں تو پھر ہماری شناخت مٹنے لگتی ہے۔ ہم نے اپنی نسلوں کو مغربی طرز زندگی اپنانے کی ترغیب دی اور جب کوئی ہمارے دین یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرتا ہے تو ہماری زبانیں خاموش ہو جاتی ہیں۔

مسلمانوں کا معاشرتی کردار:

اسلاموفوبیا کا مقابلہ کرنے کے لیے مسلمانوں کو اپنے معاشرتی کردار کو درست انداز میں پیش کرنا ہوگا۔ ایک مسلمان کا کردار صرف عبادات تک محدود نہیں ہوتا بلکہ اسے اپنے عمل سے معاشرے میں ایک مثبت اور مفید فرد ثابت ہونا چاہیے۔ نبی کریم ﷺ کی زندگی میں یہ مثالیں ملتی ہیں کہ آپ نے ہمیشہ انصاف امن، اور دوسروں کی مدد کو ترجیح دی۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی زندگیاں بھی اسی عملی اسلام کی بہترین مثالیں ہیں۔ آج کے مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ نہ صرف دینی تعلیمات پر عمل کریں بلکہ جدید علوم، سائنس، اور ٹیکنالوجی میں بھی اپنا کردار ادا کریں۔

مسلم علما، سائنسدان، اور مفکرین نے تاریخ میں دنیا کو ان گنت علمی اور سائنسی خدمات فراہم کی ہیں۔ مگر افسوس کہ آج ہم ان میدانوں میں بہت پیچھے رہ گئے ہیں۔ ہمیں اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے دنیا کو دکھانا ہوگا کہ اسلام ایک ترقی پسند دین ہے، جو علم تحقیق، اور انسانیت کی خدمت کا درس دیتا ہے۔

اسلاموفوبیا کا مقابلہ کیسے کیا جاسکتا ہے؟

اسلاموفوبیا کا مقابلہ کرنے کے لیے مسلمانوں کو اجتماعی اور انفرادی سطح پر کام کرنا ہوگا۔ سب سے پہلے ہمیں اپنے کردار کو سنوارنا ہوگا تاکہ ہم عملی طور پر اسلام کی تعلیمات کا نمونہ پیش کر سکیں۔ ہمیں معاشرے میں امن، محبت، اور اخوت کو فروغ دینا ہوگا تاکہ غیر مسلموں کو اسلام کے حقیقی چہرے سے روشناس کرایا جا سکے۔ مزید برآں، ہمیں اپنی اگلی نسلوں کو دینی اور دنیاوی تعلیم دونوں میں بہترین بنانا ہوگا تعلیمی ادارے، مساجد، اور اسلامی تنظیمیں مل کر مسلمانوں کو اسلامی اقدار کے ساتھ ساتھ جدید دنیا کی ضروریات کے مطابق تیار کریں۔ سوشل میڈیا اور دیگر پلیٹ فارمز پر اسلام کا مثبت پیغام پھیلایا جائے تاکہ اسلاموفوبیا کی جڑوں کو کاٹا جا سکے۔ قارئین! اسلاموفوبیا ایک بڑا چیلنج ہے، لیکن اگر مسلمان اپنے دین کو صحیح طور پر سمجھ کر اس پر عمل پیرا ہوں اور اپنے کردار کو درست کریں، تو اس کا مقابلہ کیا جاسکتا ہے۔ ہمیں دنیا کو دکھانا ہوگا کہ اسلام امن، محبت، اور انسانیت کا دین ہے۔ مسلمان ہونے کے ناتے ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم اپنے معاشرتی کردار کو بہتر بنائیں اور دنیا میں اسلام کا حقیقی پیغام عام کریں۔

از: **احتشام احمد دہلوی**

عالمی خبریں

دو ہفتے سے شمالی غزہ میں اسرائیلی کارروائیوں میں 400 سے زائد افراد جاں بحق ہو گئے

21 اکتوبر 2024۔ غزہ: غزہ کی پٹی میں شہری دفاع نے اعلان کیا ہے کہ اسرائیلی فوج کی جانب سے محصور شمالی غزہ کو نشانہ بنانے کی مہم شروع کرنے کے بعد گذشتہ دو ہفتوں کے دوران شمالی غزہ کی پٹی میں 400 سے زائد فلسطینی ہلاک ہو گئے ۔ شہری دفاع کے ترجمان محمود دبسال نے اے ایف پی کو بتایا کہ ان کی ٹیموں نے شمالی غزہ کی پٹی کی گورنری میں نشانہ بنائے گئے مختلف مقامات سے 400 سے زائد افراد کی لاشیں برآمد کی ہیں، جن میں جبالیہ اور اس کے کیمپ بیت لاہیہ اور بیت حانون شامل ہیں۔ انہوں نے مزید کہا کہ ان سب کو شمالی غزہ کی پٹی، کمال عدوان، العودہ ہسپتالوں میں منتقل کیا گیا ہے۔ باسل نے نشاندہی کی کہ جمعہ تک 386 افراد کی لاشیں برآمد کی گئی تھیں۔ اس کے علاوہ ہفتے کی صبح جبالیہ پناہ گزین کیمپ پر اسرائیلی بمباری میں مزید میں 33 افراد ہلاک ہوئے۔ محمود بسال نے کہا کہ مسلسل بمباری کے نتیجے میں جبالیہ کی گلیوں میں بکھری ہوئی درجنوں لاشوں کو اٹھانے میں مشکل پیش آرہی ہے محمود بسال نے بتایا کہ جبالیہ کیمپ کے اندر بمباری کی گئی خاندانوں کی طرف سے مدد کی بہت سی اپیلیں کی گئی ہیں۔ وہاں بہت سے لوگ ہلاک اور زخمی ہیں لیکن ہمارے عملے کے لیے ہم دھماکے کی جگہوں تک پہنچنا مشکل ہے۔ انہوں نے انٹرنیٹ اور مواصلاتی سہولیات کے منقطع ہونے کی طرف بھی اشارہ کیا۔ خیال رہے کہ اسرائیلی نے چھ اکتوبر کو شمالی غزہ کی پٹی خاص طور پر جبالیہ کے علاقے میں بڑے پیمانے پر فضائی اور زمینی مہم شروع کی ہے، جہاں اس کا کہنا ہے کہ حماس کے ارکان اپنی صفوں کو دوبارہ منظم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ دوسری طرف انروا کے کمشنر جزل فلپ لازارینی نے ایکس پلیٹ فارم پر ایک پوسٹ میں تصدیق کی مزید 20,000 لوگ جمعہ کو جبالیہ کیمپ سے محفوظ مقام کی طرف نکلے مگر ان کے پاس کوئی متبادل جگہ نہیں ہے۔ انہوں نے کہا کہ لوگوں نے سب کچھ کھو دیا ہے، انہیں خوراک، پانی، کمبل اور بستروں سمیت بنیادی ضرورت کی ہر چیز کی ضرورت ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ آخری باقی ہسپتالوں میں ایندھن اور طبی سامان کی شدید قلت کی اطلاع ملی ہے۔ ایندھن کی قلت پانی تک رسائی کو بھی متاثر کر رہی ہے۔

میرے بچے مجھے معاف کر دینا میں تمھاری مدد نہ کر سکا حافظ قرآن بیٹے کو زندہ جلتے دیکھتا رہا، بے یار و مددگار فلسطینی والد نے بیان کیا درد

غزہ، (ایجنسیاں): غزہ کے الاقصی اسپتال پر اسرائیلی بمباری میں زندہ جلنے والے فلسطینی لڑکے شعبان کے والد نے اس خوفناک رات کا واقعہ سنا دیا جس میں انہوں نے بیوی اور بیٹے کو کھو دیا۔ والد نے بتایا کہ 19 سالہ شعبان زخموں کے علاج کے لیے اسپتال میں داخل تھا۔ وہ ایک مسجد میں تلاوت قرآن میں مصروف تھا کہ اسرائیل نے اس پر بمباری کر دی جس کے نتیجے میں 25 فلسطینی شہید اور درجنوں زخمی ہوئے لیکن اس واقعے میں شعبان کو معمولی زخم آئے اور وہ معجزانہ طور پر محفوظ رہا۔ زخموں کے علاج کے لیے وہ الاقصی اسپتال گیا جہاں وہ اور ان کے اہل خانہ احاطے میں لگائے گئے خیموں میں موجود تھے کہ رات گئے اسرائیل نے اسپتال پر بھی بمباری کر دی۔ والد نے مڈل ایسٹ آئی سے گفتگو کرتے ہوئے اس خوفناک رات کا درد بیان کیا کہ میں نے اپنے بچے سے کہا کہ مجھے معاف کر دینا، میں تمھاری مدد نہ کر سکا، میرے سیدھے ہاتھ میں آگ لگ گئی تھی اور میں اپنے باقی بچوں کو بچانے کی کوشش کر رہا تھا، کہ چند ہی سیکنڈز میں آگ کے شعلوں نے دیکھتے ہی دیکھتے سب کچھ اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ انہوں نے کہا کہ میرے سوتے ہوئے بیوی بچے، خیمہ سب کچھ جلنے لگا، اور انہیں ملنے کا موقع بھی نہ ملا، دھماکے کی شدت سے میں خیمے سے باہر جا گرا لیکن مجھے کوئی چوٹیں نہیں آئیں، پھر میں نے اپنے بیوی بچوں کو دیکھا تو وہ

آگ کے شعلوں میں گھرے تھے، میرے اوسان خطا ہوگئے کہ پہلے کے بچاؤں۔ انہوں نے کہا کہ پہلے میں نے اپنے سب سے چھوٹے بیٹے اور بیٹی کو بچایا، شعبان اپنے بستر پر زخمی پڑا تھا اور ایک ہاتھ ہوا میں بلند تھا، میں نے سوچا شعبان بیدار ہوگیا ہے اور وہ خود کو بچالے گا، لہذا میں سوتے ہوئے چھوٹے بچوں کو بچانے کی کوشش کرنے لگا، انہیں تو میں نے بچالیا لیکن تب تک بہت دیر ہوچکی تھی اور شعبان آگ میں گھر چکا تھا، میں بے یار و مددگار وہاں کھڑا اپنے بچے کو زندہ جلتا دیکھتا رہا لیکن کچھ نہ کرسکا، میں نے اس سے کہا کہ میرے بچے مجھے معاف کردینا میں تمھاری مدد نہ کرسکا۔

انہوں نے بتایا کہ 16 اکتوبر کو شعبان کی سالگرہ تھی، وہ 2004 میں پیدا ہوا، آج وہ یقیناً اپنی والدہ کے ساتھ جنت میں ہوگا، بمباری کے پہلے واقعے میں وہ محفوظ رہا تھا، وہ شام سے لے کر نصف شب تک مسجد میں تلاوت قرآن میں مصروف رہتا تھا، پھر ایک روز اسرائیلی بم باری ہوگئی اور پھر وہ مسجد میں ہی سوگیا۔ انھوں نے کہا کہ وہ میرا صرف بیٹا ہی نہیں دوست، میرا بھائی سب کچھ تھا، ہم اپنا وقت ساتھ بتاتے تھے، میں دنیا کو اس کی آنکھوں سے دیکھتا تھا، وہ الاظہر یونیورسٹی میں کمپیوٹر سائنس اور ٹیکنالوجی کا طالب علم تھا اور بڑا ہوکر انجینئر بنا چاہتا تھا، وہ اعلیٰ تعلیم کے لیے باہر جانا چاہتا تھا، میں نے اس سے کہا کہ میرے بچے تم ایک دن بہت بڑے آدمی بنوگے، شعبان نے قرآن بھی حفظ کیا تھا۔

دنیا میں ایک ارب سے زیادہ افراد شدید غربت کا شکار ہیں

نیویارک، 17 اکتوبر: اقوام متحدہ کے ترقیاتی پروگرام (یو این ڈی پی) نے خبردار کیا ہے کہ دنیا بھر میں ایک ارب سے زیادہ افراد شدید غربت کا شکار ہیں جن میں نصف سے زیادہ تعداد بچوں کی ہے۔

یو این ڈی پی اور آکسفورڈ پاورٹی اینڈ ہیومن ڈیولپمنٹ انیشیٹو (او پی ایچ آئی) کی مشترکہ رپورٹ جمعرات کے روز جاری کی گئی ہے۔ رپورٹ کے مطابق جنگ زدہ ممالک میں غربت کی شرح تین گنا زیادہ ہے۔ اس لیے کہ دوسری جنگ عظیم کے بعد دنیا بھر میں سب سے زیادہ مسلح تنازعات 2023 میں دیکھنے میں آئے۔

یو این ڈی پی اور او پی ایچ آئی 2010 سے ہر سال غربت سے متعلق اپنا کثیر جہتی اشاریہ جاری کرتے ہیں۔ اس میں 112 ممالک سے معلومات اکٹھا کی گئی ہے جن میں بنے والے افراد کی مجموعی تعداد 6.3 ارب ہے۔

اس اشاریے میں رہائش، صفائی و نکاسی آب، بجلی، خوراک اور تعلیمی نظام جیسے عوامل شامل ہوتے ہیں۔

یو این ڈی پی میں شماریات کی اعلیٰ افسر پانچون ژانگ کے مطابق 2024 کا غربت اشاریہ (جس میں 2023 کی معلومات اکٹھا کی گئی ہے) ایک سنگین تصویر پیش کررہا ہے۔ دنیا بھر میں 1.1 ارب افراد کثیر جہتی غربت میں مبتلا ہیں جن میں 45.5 کروڑ افراد تنازعات کے علاقوں میں رہتے ہیں۔ جن ملکوں کو جنگوں نے تباہ حال کردیا وہاں امن والے ممالک کی نسبت غربت کی شرح تین گنا زیادہ ہے "۔ رپورٹ کے مطابق دنیا میں تقریباً 84 غریب دیہی علاقوں میں رہتے ہیں۔ رپورٹ سے پتہ چلتا ہے کہ 18 سال سے کم عمر کے تقریباً 58.4 کروڑ افراد شدید غربت کا شکار ہیں۔ یہ تعداد دنیا بھر کے بچوں کا 27.9 فی صد بنتی ہے جو بالغوں کی تعداد کے مقابلے 13.5 فی صد زیادہ ہے۔ دنیا کے غریب ترین افراد میں 83.2 فی صد سب صحارا (افریقا) اور جنوبی ایشیا میں رہتے ہیں۔

دنیا میں غریب ترین افراد کی نصف سے زیادہ تعداد صرف پانچ ممالک میں رہتی ہے۔ ان پانچ ممالک میں بھارت سرفہرست ہے۔ اس کی 1.4 ارب کی آبادی میں 23.4 کروڑ افراد انتہائی غربت کا شکار ہیں۔ پاکستان کی 23.6 کروڑ کی آبادی میں 9.3 کروڑ افراد، ایتھوپیا کی 12.3 کروڑ کی آبادی میں 8.6 کروڑ افراد، نائجیریا کی 21.8 کروڑ کی آبادی میں 7.4 کروڑ افراد اور ڈیموکریٹک کانگو کی 10 کروڑ کی آبادی میں 6.6 کروڑ افراد انتہائی غربت میں ہیں۔

نیتن یاہو دور حاضر کا ہٹلر ہے، نکاراگوئے کے صدر

نکاراگوئے، 17 اکتوبر: نکاراگوئے کے صدر ڈینیل اورٹیگا نے صیہونی حکومت کے دہشت گردانہ جرائم کی مذمت کرتے ہوئے کہا کہ اسرائیل میں اقتدار کی کرسی پر براجمان لوگ امریکہ اور یورپ کے سامراجی نمائندے ہیں۔ اورٹیگا نے نیتن یاہو کا موازنہ نازی جرمنی کے سابق رہنما ایڈولف ہٹلر سے کیا اور کہا کہ دہشت گردی کی سیاست میں ملوث ہونے کی وجہ سے انہیں شیطان کا بیٹا کہا جاسکتا ہیں۔ اورٹیگا نے مزید کہا کہ یہ امریکہ اور یورپ کے حکمران ہیں جو اسرائیل کو مسلح کرتے ہوئے اپنے مفادات کے لیے استعمال کرتے ہیں۔

غزہ میں شہدا کی تدفین کے لیے تابوت اور کفن ختم

غزہ: اسرائیلی فوج کی بہیمانہ کارروائیوں کے نتیجے میں تباہ حال فلسطینیوں کو اپنے پیاروں کو دفنانے کیلئے کفن تک نہیں مل رہا۔

بے گناہ فلسطینی عوام پر پے در پے اسرائیلی حملوں میں مزید شہادتوں کا سلسلہ جاری ہے، شہیدوں کو دفنانے کیلئے تابوت اور کفن کم پڑ گئے۔ غیر ملکی خبر رساں ادارے کی رپورٹ کے مطابق اسرائیلی فوج کی فائرنگ سے شہید ہونے والے درجنوں افراد کی لاشیں سڑکوں اور ملبے تلے بکھری پڑی ہیں۔

غزہ کی وزارت صحت کے ڈائریکٹر منیر البرش کا کہنا ہے کہ بہت سے زخمی ہماری آنکھوں کے سامنے دم توڑ چکے ہیں اور ہم ان کے لیے کچھ نہیں کر سکے، انہوں نے لوگوں سے کوئی بھی کپڑا عطیہ کرنے کی اپیل کر دی۔ اسرائیل فوج نے گزشتہ 48 گھنٹوں میں ایک سو پندرہ فلسطینیوں کو شہید کر دیا جبکہ سیکڑوں زخمی ہو گئے ہیں جنہیں طبی امداد کی فراہمی کے لیے بھی سہولیات میسر نہیں۔

صہیونی فورسز نے شمالی غزہ کو چھاؤنی بنا دیا۔ امداد کی ترسیل بند اور خوراک اور دوائیں ختم ہو گئیں۔

اداروں کی جانب سے کہا گیا ہے جاری حملوں کے باعث امدادی ٹیمیں ان لاشوں اور زخمیوں تک نہیں پہنچ پا رہی ہیں۔

واضح رہے کہ حماس کی مزاحمت جاری ہے، جبالیہ میں حملہ کر کے متعدّد اسرائیلی فوجیوں کو ٹھکانے لگا دیا۔ تین بلڈوزروں کو بھی بم مار کر تباہ کر دیا۔

اسرائیلی فوجی نفسیاتی مریض بن گئے، سی این این کا کہنا ہے کہ اسرائیلی فوجیوں میں خودکشیوں کا رجحان تیزی سے بڑھ رہا ہے اسرائیلی فوجی دوبارہ غزہ جانے کو تیار نہیں۔

واضح رہے کہ غزہ کی وزارت صحت نے کہا ہے کہ 7 اکتوبر 2023 سے اب تک زخمی ہونے والے فلسطینیوں کی مجموعی تعداد ایک لاکھ 282 ہو گئی ہے۔

الجزیرہ کے مطابق غزہ کی وزارت صحت کا کہنا ہے کہ اسرائیلی حملوں میں مجموعی طور پر غزہ میں اب تک کم از کم 42 ہزار 718 فلسطینی شہید بھی ہو چکے ہیں، جن میں اقوام متحدہ کی رپورٹ کے مطابق بڑی تعداد بچوں اور خواتین کی ہے۔

ایصال ثواب کے جواز اور استحسان پر قرآنی دلائل:

اللہ تعالیٰ قرآن عظیم میں ارشاد فرماتا ہے۔

فَأْذَنْ لِّمَنْ شِئْتَ مِنْهُمْ وَ اسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللّٰهَ ؕ

(سورہ نور، آیت: 62)

ترجمہ: تو ان میں جسے تم چاہو اجازت دے دو اور ان کے لیے اللہ سے معافی مانگو۔

یہاں نبی کریم ﷺ کو مومنین کے لیے اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرنے کی اجازت عطا کی جا رہی ہے۔

دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ اپنے حبیب علیہ السلام سے ارشاد فرماتا ہے:

”فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَ لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ“ (سورہ محمد، آیت: 19)

ترجمہ: تو جان لو کہ اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہیں اور اے محبوب اپنے خاصوں اور عام مسلمان مردوں اور عورتوں کے گناہوں کی معافی مانگو۔

زیر بحث مسئلہ واضح ہو گیا کہ ایک کا عمل دوسرے کے لیے نفع بخش ہوتا ہے جیسا کہ آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ سے ارشاد فرمایا۔ اس آیت میں ایک جملہ ”وَ اسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ“. آیا ہے، حالاں کہ آپ کی ذات معصوم ہے، ”ذنب“ یعنی گناہ کا کوئی تصور نہیں، قبر و حشر میں آپ کی شفاعت بلا شبہہ نجات دلائے گی، اس لیے مترجمین اور مفسرین نے اس کی مختلف توضیحات فرمائی ہیں، تارکِ سلطنت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ نے لفظ ”ذنب“ کا ترجمہ لفظ ”ذنب“ فرمایا ہے، بعض نے خواص اور بعض نے اہلِ بیت وغیرہ مراد لیا ہے۔ امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

”نبی کریم ﷺ گناہوں سے معصوم ہیں، اس کے باوجود آپ کو گناہ سے مغفرت طلب کرنے کی اجازت دی گئی تاکہ اس معاملے میں امت آپ کی پیروی کرے، نبی کریم ﷺ نے مغفرت طلب بھی کی ہے۔ آقا ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں روزانہ ۱۰۰ مرتبہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں استغفار کرتا ہوں۔“ (جلالین، سورۂ محمد، تحت آیت نمبر ۱۹، ص: ۴۲)۔

(ادارہ) ■■■

خیر و خبر

آستانہ عالیہ چشتیہ رفیقیہ ڈیرہ پور میں عرس رفیقی کا انعقاد

خیر الاذکیا حضرت علامہ محمد احمد مصباحی ناظم تعلیمات جامعہ اشرفیہ مبارک پور اور مناظر اہل سنت حضرت مفتی مطیع الرحمن مضطر رضوی کو ایوارڈ پیش کیا گیا۔

آستانہ عالیہ چشتیہ رفیقیہ ڈیرہ پور شریف کان پور دیہات میں تلمیذ صدر الشریعہ حضرت علامہ رفیق الحسن چشتی مصباحی امجدی علیہ الرحمہ (خلیفہ و مجاز رئیس الفقہا حضرت خواجہ بندہ نواز سید شاہ مصباح الحسن چشتی رحمۃ اللہ علیہ) کا 39واں سالانہ عرس 22اور 23ستمبر 2024ء کو سابقہ روایات کے مطابق تزک و احتشام کے ساتھ منعقد ہوا، جس کی سرپرستی و قیادت سجادہ نشین حضرت علامہ مفتی انفاس الحسن چشتی بانی تحریک دعوت انسانیت ڈیرہ پور نے فرمائی، مہمان خصوصی کی حیثیت سے آستانہ عالیہ صمدیہ پھپھوند شریف سے مفکر اسلام علامہ سید محمد انور میاں چشتی سربراہ اعلی جامعہ صمدیہ پھپھوند شریف، شہ زادہ گرامی حضرت مفتی سید محمد اطہر میاں چشتی، خطیب آستانہ حضرت علامہ سید محمد مظہر میاں چشتی نے، حضرت مولانا سید اظہر میاں چشتی اور حضرت مولانا سید مظفر میاں چشتی نے شرکت فرمائی۔

عرس کی تقریبات میں ملک کے مختلف گوشوں سے تشریف لائے ہوئے مقتدر علما و مشائخ نے بھی کثیر تعداد میں شرکت کی، خاص طور سے جامع معقول و منقول حضرت علامہ مفتی رحمت اللہ قادری بلرام پوری، استاذ العلما حضرت مولانا مسعود احمد مصباحی جامعہ اشرفیہ مبارک پور، ادیب شہیر حضرت علامہ نفیس احمد قادری مصباحی شیخ الادب جامعہ اشرفیہ مبارک پور، فاضل جلیل حضرت مولانا صدر الوری قادری مصباحی استاذ حدیث جامعہ اشرفیہ مبارک پور، حضرت مفتی عبد الحکیم نوری سدھارتھ نگر، حضرت مفتی محمد ساجد رضا مصباحی کشی نگر، حضرت مولانا شمساد ازہری مصباحی جھارکھنڈ، حضرت مفتی شمس الحق مصباحی کان پور دیہات، حضرت مولانا احمر رضوی کشن گنج، مولانا کرامت علی مصباحی فتح پور، حضرت مفتی شہاب الدین مصباحی فتح پور حضرت مولانا زکریا کان پور وغیرہ کے اسما خاص طور سے شامل ہیں۔ پروگرام کی نظامت مولانا غلام جیلانی مصباحی استاذ جامعہ صمدیہ پھپھوند شریف نے فرمائی۔

اس موقع پر اہل سنت و جماعت کی دو عظیم شخصیتوں کو ان کی گراں قدر علمی و دینی خدمات کے اعتراف میں تحریک دعوت انسانیت کی جانب سے ایوراڈ پیش کیا۔ خیر الاذکیاء حضرت علامہ محمد احمد مصباحی ناظم تعلیمات جامعہ اشرفیہ مبارک پور کو "حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ایوارڈ" اور مناظر اہل سنت فقیہ النفس حضرت مفتی مطیع الرحمن مضطر رضوی کو "حضرت عمر فاروق ایوارڈ" پیش کیا گیا، اس موقع پر ان حضرات کی خدمت میں سپاس نامے اور شیلڈ بھی پیش کیے گئے۔

جامعہ معلم کائنات کے شعبۂ تربیت افتا کے چار مفتیان اور حفاظ کرام کے سروں پر دستار باندھی گئی نیز مدرسہ محمدیہ مصباح العلوم ڈیرہ پور کے حفاظ کے سروں پر بھی دستار باندھی گئی۔

اس موقع پر علامہ مسعود احمد برکاتی استاذ جامعہ اشرفیہ مبارک پور، علامہ صدر الوری قادری مصباحی استاذ جامعہ شرفیہ مبارک پور، مفتی غلام محبوب سبحانی چشتی ازہری صدر المدرسین جامعہ معلم کائنات ڈیرہ پور، مفتی عبد الحکیم نوری، مولانا شمشاد ازہری وغیرہ علمائے کرام نے خطاب فرمایا۔

صاحب سجادہ حضرت علامہ مفتی محمد انفاس الحسن چشتی بانی تحریک دعوت انسانیت نے محفل مسائل شرعیہ میں زائرین کے دینی و فقہی سوالات کے جوابات دیے، دیر شب تک یہ محفل جاری رہی انھوں نے دور دراز سے تشریف لائے ہوئے علما و مشائخ اور زائرین کا شکریہ ادا کیا۔

از: شعبۂ نشر و اشاعت تحریک دعوت انسانیت ڈیرہ پور کان پور دیہات۔

بڈھانہ میں پیش آیا توہین رسالت کا مذموم واقعہ

۲۰/ اکتوبر ۲۰۲۴ء۔ دیوبند ضلع مظفر نگر کے قصبہ بڈھانہ میں توہین رسالت کا مذموم واقعہ پیش آیا ہے، جس سے مشتعل لوگوں نے نعرے بازی اور احتجاج کیا جس پر حرکت میں آئی مقامی پولیس نے

فوری طور پر اکثریتی فرقہ سے تعلق رکھنے والے ملزم نوجوان کو گرفتار کر کے جیل بھیج دیا ہے، افسران کی بروقت کارروائی اور ملی و سماجی رہنماؤں کی سمجھانے پر مسلمانوں نے احتجاج ختم کر دیا اور گرفتار ملزم کے خلاف سخت سے سخت کارروائی کی مانگ کی۔ حالانکہ دوسری جانب پولیس نے سڑکوں پر ہنگامہ کرنے کے الزام میں سات سونا معلوم افراد کے خلاف بھی مقدمہ قائم کر لیا ہے۔ مظفر نگر پولیس کی جانب سے ملی جانکاری کے مطابق قصبہ بڑھانہ کے ایک نوجوان کے ذریعہ سوشل میڈیا پر ایک مذہب کے متعلق قابل اعتراض پوسٹ ڈالی گئی تھی۔ جس کے خلاف کارروائی کرتے ہوئے بڑھانہ پولیس نے اسے گرفتار کر کے جیل بھیج دیا۔ پولیس نے ضروری قانونی کارروائی کے بعد ملزم انل تیاگی کو جیل بھیج دیا ہے۔ موصولہ اطلاع کے مطابق ہفتہ کی دیر شام مظفر پور کے قصبہ بڑھانہ میں توہین رسالت کا مذموم واقعہ پیش آیا، جہاں ملزم نوجوان کے ذریعہ فیس بک پر قابل اعتراض پوسٹ ڈالی گئی جس کی شکایت ملنے پر پولیس نے ملزم کو گرفتار کر لیا لیکن اچانک قصبہ میں افواہ پھیل گئی کہ پولیس نے ملزم کو رہا کر دیا جس سے مسلم سماج میں اشتعال پھیل گیا اور کافی تعداد میں لوگوں نے بڑھانہ میں واقع کاندھلہ۔ بڑوٹ روڈ پر جمع ہو کر ہنگامہ کیا، جہاں پہنچے پولیس افسران اور علما نے لوگوں کو سمجھا بجھا کر پرسکون کیا اور بتایا کہ پولیس نے ملزم نوجوان کو نہ صرف گرفتار کر لیا بلکہ اس کے خلاف مقدمہ قائم کر کے اسے جیل بھیج دیا ہے، جس کے بعد لوگوں نے احتجاج ختم کر دیا اور پولیس سے ملزم کے خلاف سخت قانونی کارروائی کا مطالبہ کرتے ہوئے اپنے گھروں کو لوٹ گئے۔ بعد ازیں ملزم نوجوان انل تیاگی کے چچا پرویش تیاگی نے بھیڑ پر ان کے گھر دوکان پر پتھراؤ کرنے کا الزام عائد کرتے ہوئے پولیس کو تحریر دی جس کی بنیاد پر بڑھانہ پولیس نے مشتعل ہو کر سڑکوں پر نکلنے والے سات سو (700) نامعلوم افراد کے خلاف مقدمہ قائم کر لیا۔

اتراکھنڈ مدرسہ بورڈ 416 اداروں میں سنسکرت کو لازمی کرے گا

اتراکھنڈ، 17 اکتوبر: مدارس کے طلبہ کے لیے تعلیمی نصاب کو تقویت دینے کے لئے سنسکرت کے علاوہ کمپیوٹر اسٹڈیز کو بھی شامل کرنے پر غور کیا جا رہا اتراکھنڈ مدرسہ ایجوکیشن بورڈ (UMEB) ریاست بھر کے 416 مدارس میں سنسکرت کو لازمی مضمون کے طور پر متعارف کرانے کا منصوبہ بنا رہا ہے، اس نے اس اقدام کے لیے ایک رسمی تجویز کا مسودہ تیار کیا اس تبدیلی کو لاگو کرنے کے لیے بورڈ ریاست کے سنسکرت محکمہ کے ساتھ مفاہمت کی یادداشت (ایم او یو) پر دستخط کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ مدارس کے طلبہ کے لئے تعلیمی نصاب کو تقویت دینے کے لیے سنسکرت کے علاوہ کمپیوٹر اسٹڈیز کو بھی شامل کرنے پر غور کیا جا رہا ہے۔ UMEB کے چیئر پرسن مفتی شمعون قاسمی نے ٹائمز آف انڈیا کو بتایا کہ بورڈ نے مدارس میں NCERT کا نصاب متعارف کرایا، جس کے نتیجے میں اس سال طلبہ کو 95 فیصد سے زیادہ کامیابی انہوں نے ذکر کیا کہ ان کی غیر معمولی کارکردگی سے پتہ چلتا ہے کہ نصاب میں سنسکرت کو شامل کرنے سے ان کی تعلیمی ترقی میں نمایاں مدد ملے رپورٹ میں مزید کہا گیا کہ اس اقدام کیلئے تجویز تیار کی گئی ہے اور مسکرت محکمہ کے ساتھ بات چیت جاری قاسمی نے یہ بھی بتایا کہ محکمہ سنسکرت کے عہدیداروں کے ساتھ متعدّد میٹنگیں ہوئی ہیں اور وہ جلد ہی مثبت جواب ملنے کے بارے میں پرامید اتراکھنڈ مدرسہ ایجوکیشن بورڈ نے 416 مدارس کو رجسٹر کیا ہے، جو مجموعی طور پر 70,000 سے زیادہ طلباء کی خدمت کرتے ہیں۔ مزید یہ کہ اضافی مدارس رجسٹریشن کے لیے درخواست دینے کے عمل میں ہیں اور آنے والے سالوں میں اس تعداد میں اضافہ متوقع ہے۔ حکومت کی جانب سے منظوری ملنے کے بعد یہ مدارس نئے نصاب کو نافذ کرنے کے لیے سنسکرت کے اساتذہ کی بھرتی کرنا شروع کر دیں 100 سے زیادہ مدارس میں پہلے ہی عربی پڑھائی جا رہی ہے، اور اگر سنسکرت کی کلاسیں جلد شروع ہو جائیں تو یہ خوشی کی بات ہوگی۔ مولویوں اور پنڈتوں دونوں کو پڑھانے سے ہمارے طلبہ کو تیار کرنے میں کافی مدد ملے گی۔ ■■■

تصحیح نامہ

مبلغ اہل سنت حضرت مولانا محمد عبد المبین نعمانی قادری دامت برکاتہم العالیہ کی کال آئی، سلام و خیریت کے بعد فرمایا: آپ کی تقریر تو بہت اچھی ہوتی ہے مگر آپ نے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے والد گرامی کا نام شاہ ابوالخیر فرمایا ہے، حالاں کہ ان کے والد ماجد کا نام حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم دہلوی تھا۔۔۔ اچھا آپ نے بلڈوزر پر بھی بلڈوزر خوب چلایا ہے، ہمارے علما ان موضوعات پر لکھتے کہاں ہیں۔

خیابان حرم

دل کبھی مکہ کبھی طیبہ گیا

آج کا دن کس قدر اچھا گیا
دل کبھی مکہ ، کبھی طیبہ گیا
جس نے خاک کوئے طیبہ چوم لی
دولت عشق نبی وہ پا گیا
بس در سرکار تک پہنچا وہی
لے کے اشکوں کا جو سرمایہ گیا
چل پڑی موج بہار اس کی طرف
جو مدینے کی طرف رستہ گیا
غم کا دریا بہ رہا تھا آنکھ سے
خاک طیبہ دے کے بہلایا گیا
مصطفیٰ کے در پہ جانا تھا مجھے
دیکھتا خوشبو کا نقش پا گیا
چشمۂ حسن در سرکار سے
کب کوئی لمحہ کبھی پیاسا گیا
صرف طیبہ میں ہیں جنت کے مزے
یہ نظارا اور کہاں دیکھا گیا
میرے سینے میں ٹھہرتا ہی نہ تھا
دل در سرکار پر پایا گیا
شہپر تخئیل سے طیبہ نگر
بارہا اے نورؔ میں آیا گیا

سید نور الحسن نور نوابی

ساقیِ کوثر ترا آباد میخانہ رہے

یا خدا ہر دم نگہ میں ان کا کاشانہ رہے
دونوں عالم میں خیال روئے جانانہ رہے
اے عرب کے چاند تیرے ذرّے کا ذرہ ہوں میں
تا ابد پر نور میرے دل کا کاشانہ رہے
کیوں معطر ہو نہ خوشبو سے دو عالم کا دماغ
پنجۂ قدرت ترے گیسو کا جب شانہ رہے
جس مکاں کی اپنے پائے پاک سے عزت بڑھائیں
کیوں نہ سب امراض کا وہ گھر شفا خانہ رہے
زندگی میں بعد مردن ان کے نام پاک سے
یا خدا آباد میرے دل کا ویرانہ رہے
عین ایماں ہے یہی اور ہے ہر اک مومن پہ فرض
ان کے نام پاک کا دنیا میں مستانہ رہے
ورد لب مصرع ہو یہ جب سیر ہوں پیاسے ترے
ساقی کوثر ترا آباد میخانہ رہے
مست ان کے جھومتے ہیں جوش میں کہتے ہوئے
ساقی کوثر ترا آباد میخانہ رہے
کیوں جلائے نار دوزخ اس کو اے شمع ہدیٰ
جو فدا دنیا میں تم پر مثل پروانہ رہے
محو نظارہ رہیں تا حشر آنکھیں یا خدا
اور دل وحشی رخ و گیسو کا دیوانہ رہے
ہے جمیلؔ قادری کے ورد لب نعت نبی
بعد مردن بھی لحد میں ذکر جانانہ رہے

مولانا محمد جمیل الرحمٰن رضوی

کیا بگڑی ہوئی بات محبت سے بنی ہے

حلقے میں رسولوں کے وہ ماہِ مدنی ہے
کیا چاند کی تنویر ستاروں میں چھنی ہے
کہہ دے مرے عیسیٰ سے مدینے میں یہ کوئی
اب جان پہ بیمارِ محبت کے بنی ہے
محبوب کو بے دیکھے ہوئے لوٹ رہے ہیں
عشاق میں کیا رنگ اویسِ قرنی ہے
اک عمر سے جلتا ہے مگر جل نہیں چکتا
کس شمع کا پروانہ اویسِ قرنی ہے
عشاق سے پوچھے نہ گئے حشر میں اعمال
کیا بگڑی ہوئی بات محبت سے بنی ہے
یاد احمدِ مختار کی ہے کعبۂ دل میں
مکے میں عیاں جلوۂ ماہ مدنی ہے
کہتا ہے مسافر سے یہ ہر نخلِ مدینہ
آرام ذرا لے لو یہاں چھاؤں گھنی ہے
آغوشِ تصور میں بھی آنا نہیں ممکن
حوروں سے بھی بڑھ کر تری نازک بدنی ہے
اللہ کے محبوب سے ہے عشق کا دعویٰ
بندوں کا بھی کیا حوصلہ اللہ غنی ہے
آنکھوں سے ٹپکتا ہے مری رنگِ اویسی
جو لخت جگر ہے وہ عقیقِ یمنی ہے
میں اس کے غلاموں میں ہوں جو سب کا ہے آقا
سردار رسل سیدِ مکی مدنی ہے
کچھ مدح پڑھوں روضۂ پر نور پہ چل کر
یہ بات امیرؔ اب تو مرے دل میں ٹھنی ہے

امیر مینائی

R.N.I. No. 29292/76
Regd. No. AZM/N.P.28 2023-25

THE ASHRAFIA MONTHLY

Nov. 2024

Mubarakpur Azamgarh (U.P.) 276404 (INDIA)

(Mob. No.) 9450109981 (Mumbai Office) 022-23726122 (Delhi Office) Tel. 011-23268459, Mob.No. 9911198459

www.aljamiatulashrafia.org Email: info@aljamiatulashrafia.org